امریکی افواج کا نخلاء اور گریٹر اسرائیل

موسم سرما نیکیوں کا موسم بہار

پھولوں کی تربیت کے دس اصول

سیدنا عبداللہ بن حذافہؓ کی بہادری

بسنت تہوار کی حقیقت

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ [القرآن]

دعوتی، اصلاحی فکری اور تعلیمی مجلہ

ازہار

تبلیغ القرآن پشاور

جلد 5 شمارہ 1

جنوری، فروری 2019ء بمطابق جمادی الاول، جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ

MONTHLY

AZHAAR

TABLEEGH UL QURAN

فہرست مضامین

تعلیم القرآن
ضیاء البیان فی تفسیر القرآن — علامہ عطاء اللہ بندیالوی — 3

تعلیم الحدیث
بندوں سے محبت — ادارہ — 7

اداریہ
امریکی افواج کا نخلاء اور گریٹر اسرائیل — محمد ندیم اعوان — 8

اصلاح عقائد واعمال
موسم سرمانیکیوں کا موسم بہار — مولانا مفتی محمد ایاز درانی — 13

اصلاح حال
یہ لمحے بنتے ہیں سال — مولانا اسماعیل ریحان — 16

سیرت وتاریخ
بہادر غلام — قاری محمد ایاز صافی — 19

تعمیر وفکر وکردار
مثبت سوچ کے فوائد — انجنیئر عادل شاہ — 21

نجوم ہدایت
سیدنا عبداللہ بن حذافہؓ کی بہادری — عبداللہ فارانی — 23

تعلیم وتربیت
پھولوں کی تربیت کے دس اصول — مولانا انور غازی — 28

سیرت النبی ﷺ
واہ۔۔۔۔کیسے غمخوار تھے! — مولانا عابد علی — 32

حالات حاضرہ
دہشت گردی کے بعد رجعت پسندی کے خلاف جنگ — مولانا زاہد الراشدی — 34

مقالات ومضامین
معلم اعظمؐ کا تعلیمی انقلاب — ابو ثاقب شکیل احمد — 37

پاکستانیات
بسنت تہوار کی حقیقت — مولانا لقمان احمد — 44

سیاسیات
سیکولرازم کی ایک جھلک — مفتی ذاکر حسن نعمانی — 46

اخبار واحوال
جامعہ وملحقہ شعبہ جات کے معمولات وسرگرمیاں — مولانا عابد علی — 51

قیمت فی شمارہ 40 روپے زر سالانہ ــــــ 200 روپے
سالانہ زر تعاون بیرون ممالک: 20 ڈالر
بینک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8
بینک کوڈ: 0864
الائیڈ بینک لمیٹڈ فقیر آباد برانچ پشاور پاکستان۔
برائے رابطہ:
فون: 300 45 22-91-92+، موبائل: 151 93 93-333(0)92+

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

مجلس مشاورت
مفتی ضیاء الحق
جناب یوسف ظفر
مفتی محمد حسین
ابو ثاقب شکیل احمد

خط وکتابت کا پتہ
مجلّہ "تبلیغ القرآن"
جامعہ تبلیغ القرآن
یوسف آباد دلہ زاک روڈ پشاور پاکستان۔
ای میل
mujalla.jamiatq@gmail.com
ویب سائٹ
www.tableeghulquran.com
پبلشر:۔ ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی
پرنٹر:۔ العلم پبلشنگ سروسز
ترسیل انچارج
قاری احتشام الحق
0333-9393151

تعلیم القرآن

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

علامہ عطاء اللہ بندیالوی

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ:

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور حرمت والی تمام چیزوں میں برابری ہے (اس لیے) جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم اس کو اس کی زیادتی کے مطابق سزا دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ ۱۹۴

اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں، اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالو اور (ہمیشہ) احسان کرو بیشک اللہ نیکوں سے محبت کرتا ہے۔ ۱۹۵

اور حج اور عمرہ اللہ (کی رضا) کے لیے پورا کرو (ہاں) اگر تم (کسی وجہ سے) روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو (اسے حرم کی طرف بھیج دو) اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ یہاں تک کہ قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (حدودِ حرم) تک نہ پہنچ جائے البتہ جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے

سر منڈالے) تو اس پر فدیہ ہے روزوں سے یا خیرات سے یا قربانی سے پھر جب تم امن میں ہو (اور حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ بھی اٹھائے تو جو قربانی میسر ہو اللہ کے حضور پیش کر دے پھر جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ تین دن روزے رکھے حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم گھر پلٹ آؤ یہ پورے دن (روزے) ہوئے یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ۱۹۶

تفسیر و تشریح:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ

زمانہ جاہلیت میں بھی چار مہینے حرمت والے مہینے شمار ہوتے تھے اور مشرکین ان مہینوں میں لڑائیوں اور جنگوں سے رک جاتے تھے۔ یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ قرآن نے بھی ان مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اگر مشرکین ان مہینوں کی حرمت کا خیال نہ رکھیں اور جنگ میں پہل کریں تو تم بھی ان کی حرمت کے پابند نہیں ہو۔

وَاَنْفِقُوْا

جہاد فی سبیل اللہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک جہاد کی تیاری کے لیے اللہ کے راستے میں مال خرچ نہیں کرو گے، اس لیے اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے) کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

وَلَا تُلْقُوْا

اگر جہاد کے لیے مال خرچ نہیں کرو گے تو تمہارا دشمن تم پر غالب آ کر ہلاک کر دے گا یا مطلب یہ ہے کہ اپنی استعداد کے مطابق خرچ کرو اگر اپنی مالی طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے لگو گے تو خود محتاج ہو کر ہلاک ہو جاؤ گے۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ

یہ دوسرا امر مصلح ہے یعنی حج بیت اللہ۔۔۔ سورۃ البقرہ میں جہاد کے حکم کے ساتھ ساتھ امورِ مصلح کا تذکرہ چل رہا ہے تاکہ مسلمانوں کے باطن کی اصلاح ہوتی رہے اور اللہ رب العزت کے حکم کی تعمیل طبیعت پر گراں نہ گذرے نیز جہاد کے حکم کے بعد حج کا ذکر کرنے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ میرے گھر میں حاضر ہو کر جہاد میں فتح کی دعائیں مانگو۔

حج اور عمرہ کے اتمام سے مراد یہ ہے کہ ان کے فرائض وواجبات کا خیال رکھا جائے اور ان میں سستی نہ کی جائے۔

لِلّٰهِ

کہنے سے مقصد یہ ہے کہ حج محض اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے سفر حج سے مقصود تجارت یا نمود نمائش اور ریاکاری نہ ہو۔

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ

حج اور عمرے کی روانگی ہوئی پھر راستے میں کوئی ایسی رکاوٹ آگئی جس کی وجہ سے بیت اللہ نہیں پہنچ سکتا تو قربانی کا ایک جانور حدود حرم میں ذبح کروانا ایسے شخص پر لازم ہے۔

وَلَا تَحْلِقُوْا

اگر کسی بیماری کی وجہ سے یا سر میں کوئی ایسی تکلیف ہے جس کی وجہ سے سر منڈوانا ضروری ہو گیا ہے تو اس کا فدیہ دے یعنی تین روزے رکھے یا چھ مسکین کو کھانا کھلائے یا قربانی کا ایک جانور ذبح کرے۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ

حج کی تین قسمیں (۱) افراد، یعنی صرف حج کا احرام باندھنا (۲) قران، حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کی اکٹھی نیت کرے اور دنوں کے لیے احرام باندھے۔ (۳) تمتع، یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر ادائیگی عمرہ کے بعد احرام کھول دے اور آٹھ ذوالحجہ کو مکہ سے حج کے لیے احرام باندھے چونکہ ایک سفر میں عمرہ اور حج کر کے فائدہ اٹھایا ہے اس لیے اسے تمتع کہتے ہیں حج قران اور حج تمتع میں بطور شکرانہ ایک قربانی دینی پڑتی ہے اگر کوئی شخص قربانی ذبح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ شخص تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے بعد میں رکھ لے۔ یہ حج تمتع ان لوگوں کے لیے ہے جو حرم کے رہنے والے نہ ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی امت کے لیے دعا

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ بہت خوش ہیں، میں نے عرض کیا کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کیجئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے، ظاہری باطنی تمام گناہ معاف فرما۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ خوشی سے ہنسنے لگیں اور ہنستے ہنستے بے حال ہو کر گر پڑیں۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: میری اس دعا کی وجہ سے تمہیں بہت خوشی ہوئی ہے؟ عرض کیا آپ نے اتنی عمدہ دعا دی ہے تو میں خوش کیوں نہ ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ہر نماز میں اپنی امت کے لیے یہی دعا مانگتا ہوں۔ (صحیح ابن حبان: ۷۱۱۱)

تعلیم الحدیث

بندوں سے محبت

ادارہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ۔ (احمد)

ترجمہ:

سیدنا ابوامامہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بھی کسی بندے نے اللہ کے لیے کسی بندے سے محبت کی اس نے عزت وجلال والے پروردگار کی عزت و تعظیم کی۔

تشریح:

اللہ کے بندے سے محبت کرنا دراصل اللہ ہی کی تعظیم و توقیر ہے۔ یہ اظہار حقیقت بھی ہے اور ترغیب بھی یہ مفہوم اس صورت میں ہے جب ہم رَبَّہٗ کی باء پر زبر پڑھیں۔

اور ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کے کسی بندے سے اللہ ہی کے لیے محبت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا ہے تو اس عمل کے صلہ میں اللہ اس حسنِ سلوک کرنے والے بندے کو اعزاز و کرام بخشتا ہے، اور ایسا بندہ بندگانِ خدا کی نظروں میں عزت و وقار پاتا ہے۔ یہ مفہوم اسی صورت میں ہے جب ہم رَبَّہٗ کی باء پر پیش پڑھیں۔ اپنی اپنی جگہ دونوں مفہوم صحیح ہیں۔ اور دونوں کی تائید قرآن وحدیث کی دوسری تصریحات سے ہوتی ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ صرف اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت اور احترام کے ساتھ پیش آئیں۔

اداریہ

امریکی افواج کا انخلاء اور گریٹر اسرائیل

محمد ندیم اعوان

کاش تاریخ کو گیارہ ستمبر 2001ء کا دن نہ دیکھنا پڑتا جس کے نتیجے میں ملکوں کے ملک اجڑ گئے، شہر ویران ہوئے، بستیاں برباد ہو گئیں، لاتعداد گھروں کو ملیامیٹ کر دیا گیا،لاکھوں انسانوں کو تہذیبی، معاشی و سیاسی بالادستی کی خاطر بارود سے بھسم کر دیا گیا،جوان لڑکیوں کو اجتماعی تشدد اور ہوس کا نشانہ بنایا گیا، اولاد کے سروں سے والدین کا سایہ چھین لیا گیا، نوجوان نسل کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا، ارے! انسان تو کیا حیوانات، نباتات اور جنگلات تک کو بھی جنگی جنون کی خاطر جل کر راکھ ہونا پڑا۔کاش! گیارہ ستمبر دو ہزار ایک کو وہ اکیاسی مسافر اپنا سفر معطل یا مؤخر کر دیتے یا "بوسٹن" کے "لوگن انٹر نیشنل ائیر پورٹ" کے بجائے کسی دوسرے ائیر پورٹ کا انتخاب کر لیتے یا اسی ائیر پورٹ سے فلائیٹ "AAL 11" کی بجائے دوسری پرواز کو منتخب کرتے تو شاید آٹھ بج کر اڑھتالیس منٹ پر اکیاسی مسافروں سے بھرا جہاز جو لاس اینجلس کی طرف جارہا تھا رخ بدل کر ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے جا کر نہ ٹکراتا اور آج امریکہ کا رعب و دبدبہ، وقار اور بین الاقوامی بالادستی بدستور قائم رہتی، اُسے سترہ سال تک ذلت رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور آخر کار افغانستان کی خاک پر ناک رگڑتا واپس لوٹنے کا فیصلہ نہ کرتا، لیکن یہ تو ہونا ہی تھا کیونکہ آسمانی رزق من و سلویٰ کھانے والوں کی منصوبہ بندی نے امریکا کو آرام سے بیٹھنے کب دیا اور وقتاً فوقتاً اُسے اپنی جھوٹی شان اور بالادستی کی خاطر بیک وقت مختلف ممالک سے جنگوں میں دھکیلتا گیا اور اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے امریکا کو کٹھ پتلی کی طرح اپنے اشاروں پر نچاتا رہا اور آج امریکا کو فوجی، سیاسی اور معاشی طور پر کمزور کرنے کے بعد واپس لوٹنے کا حکم صادر فرمایا، جس پر عمل درآمد کیے بغیر امریکا کے پاس کوئی دوسرا آپشن موجود نہیں۔ جس کے نتیجے میں 16 دسمبر کو ابو ظہبی میں امریکا اور افغان طالبان کے مابین براہ راست مذاکرات ہوئے اور پھر افغانستان میں موجود امریکی سفارت خانے کی طرف سے افواج کی واپسی کا اعلامیہ جاری کر دیا گیا۔ یہ ایک طرف تو "افغان مجاہدین" کی فتح کا اعلان ہے تو دوسری طرف امریکا کی خود مختاری پر سوالیہ نشان ہے۔

موجودہ صورتحال کا تجزیہ کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کن مفادات اور مقاصد کے پیش نظر امریکا نے افغانستان میں قدم رکھا تھا۔۔؟ کیا امریکا افغانستان میں اپنے مفادات کے حصول میں کامیاب ہوا۔۔؟ اگر ہاں تو افغان طالبان سے براہ راست مذاکرات کی بھیک مانگنے کو آپ کیا نام دیں گے، یہاں تک کے اپنے ہی جگری یاروں یعنی کابل کی کٹھ پتلی حکومت کی حاضری کو بھی ضروری نہیں سمجھا اور اگر امریکا اپنے مفادات کے حصول میں اب تک ناکام رہا ہے تو کس کی ایماء پر اپنی قومی غیرت کا جنازہ نکالنے اور ''سب سے پہلے امریکا'' کے نعرے کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہے اور افغانستان سے کوچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کا ایک انتہائی آسان اور سیدھا سادھا جواب ہے کہ امریکی معیشت خود تو بیساکھیوں پر کھڑی ہے اور مزید جنگوں میں جانی و مالی نقصان کا متحمل نہیں ہے جس کے پاس جنگوں پر خرچ کرنے کے لیے اخراجات کا فقدان ہے اور امریکی معیشت کی پشت پر کارفرما یہودی لابی مزید افغانستان میں اپنا سرمایہ اور وقت دونوں ضائع نہیں کرنا چاہتے کیونکہ دنیا پر خدائی نظام کی مانند ایک عالمی نظام نافذ کرنے کا خواب دیکھنے والے نظریاتی یہودیوں کو امریکا کے اکتالیسویں صدر سینئر بش (جارج ہربرٹ واکر بش) کا 1992ء میں بنایا گیا منصوبہ سترہ سال کی جانی و مالی نقصانات کے باوجود بھی ناکام دکھائی دے رہا ہے لہٰذا ڈونلڈ ٹرمپ جو بالواسطہ اور بلا واسطہ یہودی لابی کے لیے ایک مہرے کے طور پر امریکا کی صدارت پر براجمان ہے نے صدارت سنبھالتے ہی فوج کو واپس بلانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جس پر عمل درآمد کے لیے گزشتہ ماہ افغانستان میں موجود امریکی سفارت خانے کی طرف سے اعلامیہ بھی جاری ہو چکا ہے اور آئندہ ماہ و سال میں اسے عملی جامہ پہنانے کے امکانات بھی واضح دکھائی دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ عراق امریکا جنگ میں بھی اُن 32 یہودیوں کے مرکزی کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد بش انتظامیہ اور تمام اہم اور کلیدی عہدوں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے اور جنھوں نے بش کو عراق پر حملے کے لیے مجبور کیا۔ یہی وہ یہودی تھے جو اُس وقت تمام امریکا کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے تھے اور تمام پالیسیوں کو تشکیل دیتے رہے۔ بش کو عراق پر حملے کی چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ عرب حکمرانوں کی تمام دولت امریکا میں ہے اور امریکا کو تیل کی ترسیل روک کر وہ اپنے اربوں کھربوں ڈالر کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے، لیکن یہ کیسے ممکن ہو

سکتا ہے وزارتِ خارجہ اور ڈیفنس جیسے حساس اداروں پر انتہاء پسند اور متعصب یہودی تعینات ہوں جو برسوں سے مسلمانوں کے زوال اور بیخ کنی کے منتظر تھے اور جو نیئر بش (جارج ڈبلیو بش) کو عراق پر حملہ کرنے کی تجویز بلکہ مجبور نہ کریں اور اس بات کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں کہ ان حضرات کے ہوتے ہوئے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش عراق پر حملہ کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہے کیونکہ صدر بش کو اپنے آگے اور پیچھے دونوں طرف موت منڈلاتی دکھائی دے رہی تھی اور اُنھیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ امریکا کے سولہویں صدر ابراہم لنکن اور بیسویں صدر جیمز گارفیلڈ عالمی مالیاتی نظام جسے براہ راست یہودی کنٹرول کرتے ہیں میں رخنہ ڈالنے کے سبب قتل کیے جا چکے ہیں اس لیے وہ کسی بھی صورت میں اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔

یہودی اگر امریکا کو عراق اور شام کے خلاف جنگ کرنے پر اُبھارتے ہیں اور حملہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسا کرنے سے یہودیوں کے گریٹر اسرائیل (جو مصر کے نیل سے لے کر فرات کے کنارے تک پھیلا ہوا ہے اور جس میں اردن سمیت سعودی عرب کا شمالی علاقہ، نصف عراق اور پورا شام شامل ہے) کا خواب تکمیل تک پہنچتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہودی لابی نے امریکا کو افغانستان کی دلدل میں کیوں دھکیلا تو اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ”جب تم دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے برف پر گھسٹ کر کیوں نہ جانا پڑے، کہ اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے۔“ اس وقت تو چونکہ پوری دنیا میں خراسان نام کے کسی ملک کا وجود نہیں ملتا لیکن صدیوں پہلے یہ ملک افغانستان، ایران، پاکستان اور وسط ایشیائی ریاستوں تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ تمام وہ علاقہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امام مہدی کی مدد کے لیے یہاں سے کالے جھنڈے لے کر مسلمان فوجیں چلیں گی اور اُن کا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا یہاں تک کہ وہ کالے جھنڈے ایلیاء (بیت المقدس) میں نصب کیے جائیں گے اور چونکہ یہی علاقے یہودی لابی کی عالمی نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اسی لیے امریکا کو افغانستان کی جنگ میں دھکیل کر خراسان کے علاقوں کو کمزور کرنا چاہتے تھے اور ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ افغانستان کے ساتھ چونکہ متصل پاکستان کی حدود شروع ہوتی ہے اور کرۂ ارض پر صرف دو ہی نظریاتی ریاستیں وجود رکھتی ہیں ایک پاکستان اور

دوسرا اسرائیل۔ چونکہ پاکستان دو قومی نظریہ اور لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے جو یہودیوں کے عالمی نظام کے بالکل متصادم ہے، تاہم اسرائیل کیسے اپنے نظریاتی حلیف کو بھول سکتا ہے اور اس کا برملا اظہار اُن کے سرکردہ رہنماؤں نے کئی بار اپنے نظریاتی کارکنان کے سامنے کیا ہے، تاکہ وہ اپنے ٹارگٹ کو کسی بھی حالت میں بھولنے نہ پائے۔ 1967ء کے عرب اسرائیل جنگ میں جب اسرائیل کو فتح ہوئی تو کامیابی کا جشن منانے کے لیے اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریان نے پیرس (فرانس) کا انتخاب کیا اور ساربون یونیورسٹی میں ممتاز یہودیوں کے ایک اجتماع سے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''بین الاقوامی صیہونی تحریک کو کسی بھی طرح پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ پاکستان در حقیقت ہمارا اصلی اور حقیقی آئیڈیالوجیکل (نظریاتی) جواب ہے۔ پاکستان کا ذہنی و فکری سرمایہ اور جنگی و عسکری قوت و کیفیت آگے چل کر کسی بھی وقت ہمارے لیے باعث مصیبت بن سکتی ہے ہمیں اچھی طرح سوچ لینا چاہیے۔ بھارت سے دوستی ہمارے لیے نہ صرف ضروری ہے بلکہ مفید بھی ہے۔ ہمیں اس تاریخی عناد سے لازماً فائدہ اٹھانا چاہیے جو ہندو پاکستان اور اس میں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ تاریخی دشمنی ہمارے لیے زبردست سرمایہ ہے لیکن ہماری حکمت عملی ایسی ہونی چاہیے کہ ہم بین الاقوامی دائروں کے ذریعہ ہی بھارت کے ساتھ اپنا ربط و ضبط رکھیں۔

(یروشلم پوسٹ، 9 اگست 1967ء)

تقریر کے مندرجہ بالا اقتباس میں ڈیوڈ بن گوریان نے اپنے ممتاز یہودیوں کو پاکستان کے مسلمانوں اور انڈیا کے ہندوؤں کے درمیان نفرت کو بہترین اور کارآمد ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی تجویز بھی پیش کی ہے اور کون نہیں جانتا کہ آج افغانستان میں انڈیا کی ایک سو سے زائد مراکز ہیں جہاں افراد کو پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کے لیے ٹریننگ دی جاتی ہے اور آرمی پبلک سکول جیسے واقعات اسی کا پیش خیمہ ہے۔ لہٰذا افغانستان کے راستے پاکستان کے امن کو بھی سبوتاژ کرنا ہمیشہ سے یہود کے ایجنڈے کا حصہ رہا ہے اور کئی بار بھی کی جاچکی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہر بات منہ کی کھانی پڑتی ہے، مثلاً 27 مئی 1998ء کو پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کے لیے بھارت کے ائیر پورٹ پر اسرائیلی جہازوں کا پایا جانا، لیکن پاکستان کے انٹیلی جنس اداروں اور پاک فضائیہ کی بروقت کارروائی نے اس منصوبے کو ناکام بنادیا۔

بہر حال افغانستان سے غاصب امریکی انخلاء یقیناً افغان مجاہدین کی استعمار سے برسرپیکار سترہ سالہ جنگ میں ایک عظیم الشان فتح ہے جس پر افغان مجاہدین مبارک باد کے مستحق ہیں اور اُن کے صبر، ہمت و حوصلے کی دل کھول کر داد اور شاباشی دینی چاہیے جو تقریباً سترہ سال تک مشترکہ مسلح افواج سے برسرپیکار رہے اور اسلامی نظام پر کسی بھی قسم کا سمجھوتہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن کیا اسے محض اتفاق کا نام دیا جاسکتا ہے کہ امریکا جو سالوں سے شام کی سرزمین پر دولت اسلامیہ داعش کو کچلنے اور ایران کا راستہ روکنے اور شام میں ایرانی فوج کے اثر و رسوخ کو محدود کرنے کے لیے کود پڑا تھا اب اچانک انخلاء کا فیصلہ کیوں کرنا پڑا ہے جس پر عمل درآمد بھی افغانستان سے قبل ہی شروع ہو چکا ہے جبکہ شام میں تاحال داعش کا وجود کثیر تعداد میں باقی ہے اور ایران کے اثر و رسوخ کا صورتحال تو یہ ہے کہ جہاں جہاں داعش کا قبضہ تھا وہاں ایران نے روس کے ساتھ مل کر حزب اللہ کو اُتار دیا ہے اور اس وقت شام میں ایرانی فوج اور پاسداران کے پانچ کمانڈ، تیرہ فوجی اڈے اور قریباً ایک لاکھ نفری موجود ہے۔ یہ پانچ کمانڈ دمشق کے بیس میں واقع ایرانی ہیڈ کوارٹر سے براہ راست منسلک ہیں بلکہ التنف میں جو شام اردن اور عراق کا انتہائی اہم سرحدی علاقہ ہے امریکی اڈے کے گرد حزب اللہ کی پیش قدمی عروج پر ہے۔ شام سے امریکی فوجی انخلا کا بیان سامنے آتی ہی اسرائیل میں جیسے قیامت ٹوٹ پڑی۔ تازہ ترین رپورٹ کے مطابق اسرائیلی اخبار "یدی ہوتھ اخرونوتھ" کے مطابق ایک اسرائیلی عہدیدار کا کہنا ہے کہ امریکا کی طرف سے اس قسم کا بیان ہمارے لیے تعجب سے کم نہیں بلکہ افسوس ناک ہے۔ ہمیں اس بیان سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور ہم شام میں ایرانی فوج کی موجودگی کے خلاف سخت اقدامات لینا جاری رکھیں گے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امریکا کو بیچ میں سے نکال کر اسرائیل براہ راست گریٹر اسرائیل کے منصوبے کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں بلکہ صدر ٹرمپ نے جس وقت امریکی سفارت خانے کو یروشلم منتقل کرنے کا اعلان کیا تھا امت مسلمہ کے دانشوران اس بات کو سمجھ گئے تھے کہ اب طاقت کا توازن امریکا سے اسرائیل کی طرف منتقل ہونے والا ہے اور اسرائیل اقتدار میں آنے سے قبل امریکی افواج کو دنیا بھر سے واپس بلانے اور اخراجات کم کرنے کے عزائم کی طے شدہ منصوبے کی تکمیل کر رہے ہیں جہاں ایک محفوظ اور لاتعلق نیا امریکہ دنیا کی سربراہی سے دستبردار ہو جائے گا اور دنیا پر گریٹر اسرائیل کی عملاً حکمرانی ہو گی۔

اصلاح عقائد واعمال

موسم سرما نیکیوں کا موسم بہار

مولانا مفتی محمد ایاز درانی

نیکیوں کے طلبگاروں کے لیے موسم سرما بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چار بڑے بڑے اعمال اس میں بکثرت اور بآسانی کیے جاسکتے ہیں:

(۱) روزہ:

روزے کو دین اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ موسم سرما میں دن چھوٹا اور موسم ٹھنڈا رہتا ہے اور بھوک و پیاس کا احساس کم ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا آسان ہوتا ہے۔

موسم سرما سے فائدہ اٹھانے کی جانب رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں توجہ دلائی: ''ٹھنڈی (اور آسان) نیکی یہ ہے کہ سردی کے موسم میں روزہ رکھا جائے''۔ (سنن ترمذی: ۷۹۷)

سیدنا ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سردی کا موسم مومن کے لیے بہار کا موسم ہے۔ اس کے دن چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ روزہ رکھ لیتا ہے اور راتیں طویل ہوتی ہیں تو وہ تہجد پڑھتا ہے''۔ (سنن کبریٰ للبیہقی: ۸۴۵۶)

(۲) نماز تہجد:

تہجد اور شب بیداری نیک بندوں کا شیوہ ہے۔ موسم سرما کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ عام طور پر نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک 10 گھنٹے کا طویل وقت ہوتا ہے جو آرام اور نیند پوری کرنے کی بشری ضرورت سے کہیں زیادہ ہے۔ بندہ اگر رات کو دیر سے بھی سوئے تو بھی تہجد کے لیے بآسانی بیدار ہو سکتا ہے۔

موسم سرما کی اس قدرتی خصوصیت سے فائدہ اٹھانے کی جانب رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ سے توجہ دلائی: "سردی کا موسم مومن کے لیے بہار کا موسم ہے کہ اس کی راتیں لمبی ہوتی ہیں جن میں وہ تہجد ادا کرلیتا ہے اور دن چھوٹے ہوتے ہیں جن میں وہ روزے رکھ لیتا ہے"۔

(۳) سردی میں وضو کے ذریعے گناہوں کی معافی:

وضو اور طہارت نماز کے لیے شرط ہے۔ وضو کرنا بڑے ثواب کا کام ہے بالخصوص موسم سرما میں وضو کے ذریعے گناہوں کا صفایا ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے اور تمہارے درجات بلند کردے؟" یارسول اللہ! ضرور بتائیں"۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سردی کی مشقت اور ناگواری کے باوجود کامل وضو کرنا"۔ (صحیح مسلم: ۶۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اٹھتا ہے، پھر وضو کرکے نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ میرا بندہ اتنی تکلیف کیوں برداشت کر رہا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں یہ آپ کی رحمت کا امیدوار ہے اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ اسی لیے ایسا کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اس کو اپنی رحمت کا مستحق بنادیا اور اپنے عذاب سے بچادیا"۔ (طبرانی: ۳۸۳۲)

(۴) صدقہ وخیرات:

سخت حاجت وضرورت کے وقت صدقہ خیرات کی اہمیت وفضیلت بڑھ جاتی ہے۔ موسم سرما میں غریبوں کو گرم لباس اور لحاف وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے، نیز ٹھنڈے علاقوں میں موسم سرما کے دوران آمدنی کے ذرائع میں کمی کی وجہ سے لوگ کھانے پینے کی اشیاء کے بھی محتاج ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے افضل عمل یہ ہے کہ کسی مومن کے دل کو خوش کردو، اس طرح کہ اسے لباس فراہم کردو یا اس کی بھوک مٹادو یا اس کی ضرورت پوری کردو۔" (المعجم الاوسط: ۵۰۸۱)

شدید سردی کی دُعا:

سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص شدید سردی کے دن یہ پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَشَدَّ بَرْدَ هٰذَا الْيَوْمِ، اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنْ زَمْهَرِيْرِ جَهَنَّمَ

تو اللہ تعالیٰ جہنم سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے تیرے طبقہ زمہریر سے پناہ مانگی ہے، میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے پناہ عطا کردی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول! طبقہ زمہریر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا مقام ہے جس میں کافر کو ڈالا جائے گا اور اس کی سردی کی شدت کی وجہ سے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۳۰۶)

عمل کا اہتمام ہونا چاہیے!

سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سی چیز میری جہالت کی حجت کو ختم کرے گی؟ تو حضور پاک ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا:

"علم" سائل نے دوبارہ پوچھا کون سی چیز علم کی حجت کو ختم کرے گی؟ تو آپ ﷺ نے جواب فرمایا۔ "عمل"۔

سیدنا عمرؓ نے فرمایا اللہ کی کتاب (قرآن کریم) سیکھو۔ اس کی وجہ سے تمہاری پہچان ہوگی اور اس پر عمل کرو اس سے تم اللہ کی کتاب والے ہو جاؤ گے۔ سیدنا علیؓ نے فرمایا علم حاصل کرو اس سے تمہاری پہچان ہوگی اور جو علم حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو اس سے تم علم والے ہو جاؤ گے۔ کیوں کہ تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار کر دیا جائے گا اور اس زمانے میں صرف وہ نجات پاسکے گا جو گم نام اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا ہوگا یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہوں گے یہ لوگ جلد باز، بری بات پھیلانے والے اور باتونی نہیں ہوں گے۔

اصلاح حال

یہ لمحے بنتے ہیں سال

مولانا اسماعیل ریحان

ایک سال میں 12 مہینے، 52 ہفتے اور 365 دن ہوتے ہیں۔ ہر دن 24 گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے ہر گھنٹے میں 60 منٹ اور ہر منٹ میں 60 لمحے ہوتے ہیں۔ گزرنے والا کوئی لمحہ دوبارہ نہیں آتا۔ ایک لمحے میں انسان دنیا سے آخرت کا مسافر بن جاتا ہے۔ اس کے لیے دنیا کی ساری زیب وزینت، کام کاج اور رشتے ناطے بے حیثیت ہو جاتے ہیں۔ ایک لمحہ انسان کو فسق وفجور سے زہد وعبادت کی طرف لے آتا ہے۔

کیا ہم ان لمحات کی قدر کرتے ہیں یا انہیں نہایت بے دردی کے ساتھ ضائع کرتے چلے جاتے ہیں؟ کیا ہمارے قدم ترقی کی طرف اٹھ رہے ہیں یا تنزلی کی جانب؟ کبھی ہم نے غور کیا؟ زندہ قومیں اپنے اوقات کا حساب رکھتی ہیں۔ اپنے ماہ وسال کے نفع ونقصان کا تخمینہ لگاتی ہیں۔ ہم پوری زندگیاں گزار کر بھی صراطِ مستقیم کی طرف نہیں پلٹتے اور ہوس کی بدروح کے مطالبات پر اندھوں کی طرح لپکتے چلے جاتے ہیں۔

2018ء کا عیسویٰ سال گزر گیا۔ بارہ ماہ پہلے ہم کہاں تھے اور اب کہاں ہیں؟ اگر ہم اس پر غور کریں گے تبھی یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ اگلے بارہ ماہ میں ہم کہاں ہوں گے۔ انسانی تاریخ میں کبھی کوئی سال غیر اہم نہیں گزرا۔ کوئی مہینہ بلکہ کوئی دن اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوا جو ماقبل سے متاثر نہ ہو اور مابعد پر اثر انداز نہ ہو رہا ہو۔ انسانی کوششیں یقیناً وقتی طور پر محدود دکھائی دیتی ہیں۔ کسی ایک کمرے ایک احاطے یا ایک بستی تک محدود ہوتی ہیں یا چند ہزار میل کے اسفار تک پھیلی سکتی ہیں۔ وقت بہت محدود ہے، خصوصاً کام کا وقت۔ عمر کا ایک تہائی سیکھنے میں گزر جاتا ہے اور ایک تہائی (اگر عمر دراز ہو تو) بڑھاپے کی اذیتیں جھیلنے میں۔ بیچ کا ایک تہائی وقت بھرپور کام کے لیے بچتا ہے جو بمشکل تیس سال ہوتے ہیں۔ اس محدود وقت میں انسان زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے؟ آسمان کو چھونا کسی کے لیے ممکن نہیں۔ چند جملوں، چند روپوں، پسینے کی کچھ بوندوں یا خون کے چند قطروں کے سوا انسان کیا دے سکتا ہے؟ مگر یہی تھوڑی تھوڑی کوششیں ایک جہت پر جمع ہو کر ایک سیلاب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور زمانے کا رُخ موڑ دیتی ہیں۔

چودہ صدیاں قبل عرب کے ریگزاروں سے اٹھنے والے اسلام کے اولین علم بردار بظاہر کوئی الگ قسم کے انسان نہ تھے، ان کے قد بیس بیس فٹ نہیں تھے۔ ان کی حیاتِ مستعار کئی کئی صدیوں تک محیط نہ تھی۔ انہوں نے جو کچھ کیا چند سالوں میں کیا، انہوں نے اس دوران اپنے اوپر عائد کردہ فرائض کو انجام دیا اور ایسی ذمہ داری کے ساتھ کہ اس کی مثال بعد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ اسی وقت میں انہوں نے اگلی نسلوں کو تیار کیا جو ان کی جگہ لے سکیں۔ یہ سلسلہ درجہ بدرجہ جاری رہا۔ امت مسلمہ ابتدائی صدیوں میں دنیا کے دو براعظموں کا بیشتر حصہ زیر نگین کر چکی تھی جبکہ تیسرے براعظم میں مجاہدین اسلام کے دھاوے جاری تھے جن کے ساتھ علوم وفنون کی مشعلیں لیے مسلم علماء ودانشوروں کی جماعتیں بھی تھیں۔ اس انقلاب نے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ غیر مسلم دنیا نے مسلمانوں سے بہت کچھ سیکھا اور اس میں بھی بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی۔

اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے اسلام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے اپنی مزاحمت بھی جاری رکھی۔ قرونِ اولیٰ میں اسلام جس تیزی سے پھیل رہا تھا اسے دیکھتے ہوئے ایسا لگتا تھا کہ چند صدیوں میں پوری دنیا اسلام کے پرچم تلے ہوگی مگر سنت اللہ یہی ہے کہ دنیا میں حق و باطل کی کش مکش تا قیامت جاری رہے، اسی لیے ایک حد تک پہنچ کر اسلام کا پیغام رک گیا۔

ظاہری اسباب میں اس کے پیچھے مسلمانوں کی اپنی سنگین غلطیاں کارفرما تھیں۔ جن کے ذمے ساری دنیا کی رہنمائی تھی اور جنہیں حکومت وخلافت اللہ کے رسول کی نیابت کے صدقے ملی تھی، انہوں نے حکومتوں کو موروثی جائیداد سمجھ لیا۔ ان کی ساری توجہات اپنے مفادات یا زیادہ سے زیادہ اپنی مملکت پر مرکوز ہو گئی۔ لسانیت اور وطنیت کا فتنہ مسلمانوں میں بُری طرح پھیل گیا۔ خوابِ غفلت میں گزرے ہوئے لمحات پھیل کر صدیاں بن گئے اور پھر ایک دن ایسا لگا جیسے ہمیں گہری نیند کی حالت میں یخ ہستہ سمندر میں پھینک دیا گیا ہو۔ ہمارے ساحل استعماری طاقتوں کے قبضے میں تھے۔ ہماری تجارت ان کے ہاتھ میں تھی۔ علوم وفنون کی بادشاہی ان کے پاس تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی عشروں میں ہماری شمشیریں ان کے قدموں میں تھیں اور ہمارے تاج ان کے سروں پر تھے۔ خواب غفلت کا ایک لمحہ بھی ہنستے بستے گھر کو پھونک دینے کے لیے کافی ہے۔ ہم نے تو صدیاں سوتے ہوئے گزاری تھیں۔ پھر ہمارا یہ انجام کیوں نہ ہوتا۔ پھر اللہ نے کرم کیا اور بقول اقبال

ملک ہاتھوں سے گیا، ملت کی آنکھیں کھل گئیں عالم اسلام نے کروٹ بدلی اس میں ایسے بلند فکر رہنما پیدا ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کو تربیت فکر اور سیاسی آزادی کا راستہ دکھایا۔ ہمارے آباؤاجداد نے نہایت فیصلہ کن لمحات میں درست فیصلے کئے جس کے نتیجے میں استعمار کا وہ دورِ غلامی ختم ہوا۔

تاہم استعمار جدید عالمگیریت کے روپ میں شکلیں بدل بدل کر نت نئے حربوں کے ساتھ آج بھی ہماری، دینی، فکری، اقتصادی اور سیاسی آزادی سلب کرنے کے لیے سرگرم ہے۔ اب زمانے کی رفتار گزشتہ صدیوں کی بہ نسبت بہت تیز ہو گئی ہے۔ بہت سے جو کام پہلے مہینوں میں ہوتے تھے، اب گھنٹوں بلکہ سکینڈوں میں ہو جاتے ہیں۔ اب ہمیں نسبتاً زیادہ بیدار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ہر منٹ بلکہ سیکنڈ بامقصد گزرنا چاہیے۔ ہمیں اپنی اصل کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔ اپنے بکھرے ہوئے قومی و ملی ڈھانچے کو از سرِ نو مستحکم کرنا چاہیے جس کی اساس قرآن و سنت ہے۔ ہمیں دین، اہل دین اور مراکزِ دین کی طرف رجوع کرکے کردارِ مردِ مؤمن سیکھنا ہوگا۔ ہمیں نیا سال اس عزم کے ساتھ شروع کرنا ہوگا کہ اہم اسے اپنی ذاتی زندگی کے حوالے سے بھی اور ملک وملت کی اجتماعی ذمہ داریوں کے اعتبار سے بھی زیادہ سے زیادہ کارآمد بنائیں گے اور اپنی نسلوں کو بھی اس کے لیے پوری طرح تیار کریں گے۔

ہمارے پاس صرف دو آپشن

کسی بھی دینی یا دُنیوی معاملے میں فیصلہ کرنے اور راہِ عمل متعین کرنے کے لیے ہمارے پاس صرف دو آپشن (اختیارات) ہیں:

(۱) "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ۔۔۔۔ مجھے (میرے احکامات کو) یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا"۔ (سورۃ البقرۃ:۱۵۲)

(۲) "نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۔۔۔۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا"۔ (سورۃ التوبۃ:۶۷)

ان دو اختیارات کے علاوہ کوئی تیسرا آپشن ہمارے پاس نہیں۔ اب یہ فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے کہ دُنیا و آخرت سنوارنے کے لیے ہم کون سا آپشن اختیار کریں۔

یاد رکھیں! احکام خداوندی سے منہ موڑنے کے نتیجے میں اگر اللہ نے ہمیں بھلا دیا تو تمام تر صلاحیتوں اور خوبیوں کے باوجود، دُنیا و آخرت میں بربادی ہمارا مقدر بنے گی۔

سیرت و تاریخ

بہادر غلام

قاری محمد ایاز صافی

مشہور عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے دربار خلافت میں ایک شخص نے عرض کیا: امیر المومنین میں عموریہ سے آرہا ہوں، میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک موٹے عیسائی نے ایک مسلمان لونڈی کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا۔ لونڈی نے بے بسی کے عالم میں آہ بھری اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا:

وامعتصماہ: ہائے خلیفہ معتصم تم کہاں ہو؟ اس موٹے عیسائی نے لونڈی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: **وما یقدر علیہ المعتصم ! یحبی علی ابلق وینصرک؟** معتصم باللہ اس پکار کا کیوں کر جواب دے سکتا ہے ! کیا وہ چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر تیرے پاس آئے گا اور تیری مدد کرے گا؟ پھر اس لونڈی کے رخسار پر کھینچ کر ایک دوسرا تھپڑ رسید کیا جس سے وہ تلملا اٹھی۔

یہ سن کر خلیفہ معتصم باللہ نے اس آدمی سے دریافت کیا: عموریہ کس سمت میں ہے؟ اس آدمی نے عموریہ کی سمت اشارہ کرکے بتلایا کہ عموریہ اس طرف ہے۔ خلیفہ معتصم باللہ نے اپنا رخ عموریہ کی سمت موڑا اور کہا:

لبیک ، ایتھا الجاریہ !لبیک، ھذا المعتصم باللہ اجابک۔

میں تیری آواز پر حاضر ہوں اے لونڈی، معتصم تیری پکار کا جواب دینے آرہا ہے۔

پھر خلیفہ نے عموریہ کے لیے بارہ ہزار چتکبرے گھوڑے تیار کروائے اور لشکر جرار لے کر عموریہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ جب اس محاصرے کی مدت طول پکڑ گئی تو اس نے مشیروں سے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا: ہمارے خیال کے مطابق آپ عموریہ کو انگور انجیر کے پکنے کے زمانے ہی میں فتح کر سکتے ہیں۔ چونکہ کہ اس فصل کے پکنے میں ایک لمبا وقت درکار تھا، اس لیے خلیفہ پر یہ مشورہ بڑا گراں گزار۔

خلیفہ اسی رات اپنے خاص سپاہیوں کے ہمراہ چپکے چپکے لشکر کے معائنے کے لئے نکلا تاکہ مجاہدین کی باتیں سن سکے کہ اس بارے میں ان کی چہ مگوئیاں کس نتیجے پر پہنچنے والی ہیں۔ خلیفہ کا گزر ایک خیمے کے پاس سے ہوا جس میں ایک لوہار گھوڑوں کی نعلیں تیار کر رہا تھا۔ بھٹی گرم تھی،، وہ گرم گرم سرخ لوہے کی نعل نکالتا تو اس کے سامنے ایک گنجا اور بدصورت غلام بڑی تیزی سے ہتھوڑا چلاتا جاتا۔ لوہار بڑی مہارت سے نعل کو الٹا پلٹتا اور اسے پانی سے بھرے برتن میں ڈالتا جاتا۔ اچانک غلام نے بڑے زور سے ہتھوڑا مارا اور کہنے لگا:

فی راس المعتصم۔۔۔ یہ معتصم کے سر پر، لوہار نے غلام سے کہا: تم نے بڑا برا کلمہ کہا ہے، اپنی اوقات میں رہو۔ تمہیں اس بات کا کوئی حق نہیں کہ خلیفہ کے بارے میں ایسا کلمہ کہو۔ غلام کہنے لگا تمہاری بات بالکل درست ہے مگر ہمارا خلیفہ بالکل عقل کا کورا ہے۔ اس کے پاس اتنی فوج ہے، تمام تر قوت اور طاقت ہونے کی باوجود حملہ میں تاخیر کرنا کسی صورت مناسب نہیں۔ اللہ کی قسم! اگر خلیفہ مجھے یہ ذمہ داری سونپ دیتا تو میں کل کا دن عموریہ شہر میں گزارتا۔ لوہار اور اس کے غلام کا یہ کلام سن کر خلیفہ معتصم باللہ کو بڑا تعجب ہوا۔ پھر اس نے چند سپاہیوں کو اس خیمے پر نظر رکھنے کا حکم دیا اور اپنے خیمے کی طرف واپس ہو گیا۔

صبح ہوئی تو ان سپاہیوں نے اس ہتھوڑے مارنے والے غلام کو خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ خلیفہ نے پوچھا: رات جو باتیں میں نے سنی ہیں، ان باتوں کے کرنے کی تمہیں جرات کیسے ہوئی؟ غلام نے جواب دیا: آپ نے جو کچھ سنا ہے۔ وہ سچ ہے۔ اگر آپ جنگ میں مجھے کمانڈر بنادیں تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عموریہ کو میرے ہاتھوں فتح کروادے گا۔

خلیفہ نے کہا جاؤ میں نے فوج کی کمان تمہیں سونپ دی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عموریہ کو اس غلام کے ہاتھوں فتح کرادیا۔ پھر معتصم باللہ شہر میں داخل ہوا، اس نے فوراً اس آدمی کو تلاش کیا جو لونڈی کے متعلق اس کے دربار تک شکایت اور پیغام لے گیا کر تھا اور اس سے کہا کہ جہاں تو نے اس لونڈی کو دیکھا تھا وہاں مجھے لے چلو۔ وہ آدمی خلیفہ کو وہاں لے گیا اور لونڈی کو اس کے گھر سے بلا کر خلیفہ کی خدمت حاضر کیا۔ اس وقت خلیفہ نے لونڈی سے کہا:

یاجاریہ! ھل اجابک المعتصم؟

"لڑکی! بتا معتصم تیری مدد کو پہنچا یا نہیں؟"

اس لڑکی نے اثبات میں اپنا سر ہلادیا اور اب تلاش اس موٹے عیسائی کی ہوئی جس نے اس لڑکی کو تھپڑ رسید کیا تھا۔ اس کو پکڑ کر لایا گیا اور اس لڑکی سے کہا گیا کہ آج وقت ہے تم اس سے اپنا بدلہ لے لو۔

یہ تھا اس دور کے بادشاہوں کے غلاموں کا حال کہ بہادری میں اپنی مثال آپ تھے، مگر آج اس طرح کی جرأت و بہادری غلاموں میں تو کیا شاہوں میں بھی نہیں ملتی!! آہ۔۔۔ ہم کس قدر بزدل ہو گئے!۔

تعمیر فکر و کردار

مثبت سوچ کے فوائد

انجینئر عادل شاہ

کچھ دن پہلے دوران لیکچر میں نے دیکھا کہ ایک طالب علم دوران سبق کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے جلدی سے وہ تحریر چھپادی۔ میں نے گرجدار لہجے میں پوچھا کہ کیا لکھ رہے تھے؟ تو وہ سہم گیا اسی دوران ساتھ بیٹھے طالب علم نے کہا سر اس کا دوست اس سے ناراض ہے اور اس نے اسے منانے کے لیے خط لکھا ہے اور یہ اکثر دوستوں کے نام اس طرح کے خط لکھتا ہے۔ یہ طالب علم پڑھائی میں کچھ خاص دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے ڈانٹ پلائی کہ تم فضول کام کرتے رہتے ہو۔ دوسرے طالبعلم بھی اس پر ہنس پڑے۔ بہر حال میں نے اپنا سبق پڑھایا اور کلاس سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ میں طلباء سے سبق سنتا تو وہ طالب علم سبق نہ سناتا جس پر میں اسے اکثر اوقات خوب ڈانٹتا اور وہی پرانی بات دہراتا کہ تمہیں تو خط لکھنے سے فرصت ملے تو کوئی کام کرو۔ پھر اس کے بعد ایک دن میں نے اسی جماعت کے تمام بچوں سے کہا کہ بچو آج میں آپ کے ذریعہ سے اپنا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ لہٰذا آپ میں سے ہر طالب علم میری ایک خوبی اور ایک کمی کی نشاندہی کرے گا اور ساتھی ہی ان سے یہ بھی کہا کہ آپ نے اس کے آخر میں اپنا نام نہیں لکھنا اور بے دھڑک بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مجھ سے متعلق ان تمام امور کو زیر بحث لانا ہے جن کی میں اصلاح کر سکوں۔ چناں چہ تھوڑی ہی دیر میں مختلف اوراق پر لکھی بہت ساری آراء اکٹھی ہو گئیں۔ میں نے ایک شاپر میں ان سب کو ڈالا اور گھر لے گیا اور رات کو تمام کام نمٹانے کے بعد بچوں کی لکھی ہوئی آراء پڑھنے بیٹھ گیا۔ ہر بچے نے اپنی سمجھ کے مطابق کچھ نہ کچھ تحریر کیا۔ آخری پرچی جب میں نے کھولی تو اس میں لکھا ہوا تھا سر آپ بہت اچھے ہیں لیکن کلاس روم میں سب کے سامنے بے عزتی کر دیتے ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اس بات کو پڑھ کر میں نے کچھ دیر کے لیے تنہائی میں سوچا کہ آخر میں نے کونسی ایسی بات کی کہ جس کی وجہ سے اس بچہ نے ایسا لکھا۔ سوچتے سوچتے اچانک میرے ذہن میں کچھ دن پہلے خط والے واقعے نے گردش کی تو میں سمجھ گیا کہ ہاں یہ تو ضرور محمد علی نے لکھا ہوگا۔

اگلے دن میں کلاس روم میں آیا تو مجھے اپنے کئے پر شرمندگی محسوس ہو رہی تھی اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس بچہ کے اس عمل کی کیا تاویل کروں کہ بچے بھی اس کے متعلق اپنا گمان اچھا کرلیں اور مجھے بھی اطمینان ہو۔ اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ زندگی میں بہت سے لوگوں سے ہماری ناچاکی ہو جاتی ہے اور ہم دوسرے کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن کچھ لوگ بہت حساس ہوتے ہیں وہ اپنے ہر کام میں نظم وضبط اور سلیقہ پر عمل کرتے ہیں اور کسی روٹھے کو منانے کے لیے تحریری طور پر اچھے الفاظ میں اس سے معذرت کرنا ایک بہترین ذریعہ ہے اور یقیناً یہ بچہ بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کا خط کے ذریعے، اچھے الفاظ میں اپنے روٹھے دوست کو منانا، اس کی بہت بڑی خوبی جس کا شاید اس کو خود سے بھی ادراک نہیں ہے۔ چناں چہ میں نے دوران سبق بچوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی کلاس میں ایک ایسا بچہ بھی ہے جو ہر کام میں سلیقہ مند ہے یہاں تک کہ اگر اس سے کوئی خفا ہو جائے تو اس کو منانے کے لیے وہ اس سے رسمی معافی نہیں مانگتا بلکہ پچھلے دنوں میں نے دیکھا کہ جب اس کا دوست اس سے ناراض ہوا تو اسے منانے کے لیے اس نے بہت اچھے الفاظ میں معافی نامہ لکھا اور ایک خوبصورت لفافہ میں ڈال کر اپنے دوست کو دیا جس سے اس کی اپنے دوست سے ناراضگی ختم ہو گئی۔ لہٰذا آپ لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسی دوران میں نے کن اکھیوں سے دیکھا کہ محمد علی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور کچھ دن پہلے وہ میری ڈانٹ سے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے سر چھپا رہا تھا جبکہ آج اس کا سر فخر سے بلند ہوا جا رہا تھا۔ اس دن کے بعد آج تک مجھے نہیں یاد کہ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ جب محمد علی نے سب سے پہلے سبق نہ سنایا ہو اور گھر کا کام نہ کیا ہو۔ ہم اپنی سوچ کے زاویہ کو اگر مثبت رکھیں اور اپنے روزمرہ الفاظ کو روزانہ رات کو بیٹھ کر سوچیں تو یقیناً لاشعوری میں شاید ہم بہت سے محمد علی جیسے حساس لوگوں کو اپنی چرب لسانی کا نشانہ بناتے ہیں۔ ہمیں دوسروں کی غلطیوں کی اچھی تاویل کرنے کی عادت اپنانا ہو گی۔ یقیناً اس جہاں میں ہر کسی کے اندر کوئی نہ کوئی خوبی ضروری ہے جسے تلاش کرنے کے لیے نفرت کی نہیں بلکہ محبت وہمدردی کی نظر چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نظر عطا فرمائے۔ آمین

نجوم ہدایت

سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

عبداللہ فارانی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک غزوہ میں قیصر روم کے لشکر نے اسی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گرفتار کرلیا، ان میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہرقل نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ سلطنت اور اپنی بیٹی سے شادی کی طمع دلائی، طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں لٹکا کر تیر مارے گئے، تنہائی کی قید میں تین روز تک بھوکا پیاسا رکھ کر خنزیر کا گوشت اور شراب پیش کی گئی۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جان بچانے کے لیے اگرچہ بقدر ضرورت (جس سے زندگی بچائی جاسکے) حرام کھانے کی اجازت ہے مگر میں ایسا کام ہرگز نہ کروں گا جس سے ایک کافر خوش ہو اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کی پیشانی پر یہ داغ رہ جائے کہ مسلمان موت سے ڈرتا ہے۔

آخرکار بادشاہ نے ناامید ہو کر یہ حکم دیا کہ ایک دیگ میں تیل گرم کرکے ان کے ایک ساتھی کو ان کے سامنے اس تیل میں ڈالا جائے تاکہ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عیسائی ہو جائیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے ایک ساتھی کو اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا گیا تو اندر جاتے ہی اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ جدا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو اس تیل میں ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ جب آپ کو لے جانے لگے تو آپؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ موت کو دیکھ کر ڈر گئے ہو اب بھی عیسائی ہو جاؤ تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ موت کے خوف سے رو رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی ادنیٰ سی جان اپنے محبوب (اللہ رب العزت) کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ جان بھی ایسی کہ بھوک پیاس اور تکلیف کی وجہ سے نیم مردہ ہو چکی ہے۔ میں اس افسوس پر روتا ہوں کہ کاش میرے بدن کے ہر رونگٹے میں جان ہوتی جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرتا۔ ایک عارف نے ان خیالات کو یوں نظم کیا:

مردم اذیں الم کہنہ مردم برائے تو — اے خابر بر سرم کہ نشد خاک پائے تو
غم؟ گر زہر تو دل پارہ پارہ شد — اے کاش ذرہ ذرہ شود رد ہوائے تو
من کیستم کہ لہر تو جان رافدکنم — اے صد ہزار جان مقدس فدائے تو
ممی خواہم از خدا صد ہزار جان — تا صد ہزار بار بمیرم برائے تو

میں اس غم میں مرا جارہا ہوں کہ تیرے لیے نہ مرا میرے سر پر خاک پڑے کر تیرے پاؤں کی خاک نہ بنا اگر تیری محبت میں دل ٹکڑے ہوگیا تو کوئی غم نہیں کاش تیرے عشق میں دل ذرہ ذرہ ہو جائے میں کون ہوں کہ تیرے لیے اپنی جان کو فدا کروں لاکھ مقدس جانیں تجھ پر فدا ہو جائیں میں اللہ تعالیٰ سے لاکھ جانیں مانگتا ہوں تاکہ اس کی راہ میں لاکھ بار مروں آخر میں ہرقل نے کہا کہ اگر میری پیشانی کو بوسہ دو تو آپ کو رہا کردوں گا۔ آپؓ نے فرمایا بشرط یہ کہ میرے سب کے سب ساتھیوں کو بھی رہا کردو، ہرقل نے قبول کرلیا۔

آپؓ نے اپنے مسلمان بھائیوں کی جان بچانے کے لیے کافر کی پیشانی پر بوسہ دیا، سب کو رہا کروا کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے حکم جاری فرمایا کہ سب لوگ میرے ساتھ استقبال کے لیے نکلیں اور فرمایا کہ سب عبداللہؓ کی پیشانی پر بوسہ دیں اور اس کی ابتداء میں کرتا ہوں۔

ان عاشقین صادقین کی یہ شان تھی کہ بڑے بڑے ظالم ظلم کرتے تھک جاتے تھے مگر یہ ظلم سہتے سہتے نہ تھکتے، ظلم کے فولادی ان کے صبر کی ڈھال سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے تھے۔

ادھر آتو ہنر آزمائیں — تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

لوگ اہداف مقرر کیوں نہیں کرتے؟

کیونکہ۔۔۔۔۔۔۔:

۱) لوگ اپنے اہداف طے کرنے میں سنجیدہ نہیں ہوتے۔
۲) وہ کسی قسم کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتے۔
۳) وہ اپنے آپ کو بے قدر محسوس کرتے ہیں۔
۴) وہ ہدف مقرر کرنے کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔
۵) وہ ہدف مقرر کرنا نہیں جانتے۔
۶) انہیں ناکامی کا خوف ہوتا ہے۔

سوچیے۔۔۔۔۔

کہیں آپ ان میں سے تو نہیں!؟

گوشۂ خواتین

خوشیاں کشید کی جاسکتی ہیں

عبداللہ عمار

ایک ویب سائٹ کھنگالنے کے دوران ایک تصویر پر نظر جا رکی۔ ایک ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں اوزار لیے کھڑے ہیں، سامنے اسٹریچر پر ایک بھالو لٹا رکھا ہے۔ تعجب ہوا کھلونے کا آپریشن؟ پھر نظر جا کر ایک خبر پر رکی، جس کی تفصیل کچھ یوں تھی: "ایک بچہ کینیڈا کے ہیلتھ سینٹر پہنچا اور ڈاکٹر سے اپنی معصوم خواہش کا اظہار کیا کہ میرے بھالو کا آپریشن کر دیں، یہ ٹھیک سے سو نہیں پاتا"۔ انھوں نے بھالو کو ہسپتال داخل کیا پھر باقاعدہ بیہوشی کی دوا دے کر، اوزار اٹھا کر آپریشن کیا۔ ننھا بچہ آپریشن مکمل ہونے کے بعد بھالو کو گھر لے گیا اور اب وہ سکون سے سونے لگا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں: "بچے کو خوش کرنے کے لیے اس کی ضد پوری کی۔" انہوں نے ڈرامائی سرجری کی تصاویر شیئر کی تھیں۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر تصویریں خاصی پسند کی گئیں۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا" بچے کو خوشی دے کر وہ بہت سکون محسوس کر رہے تھے۔ "میں نے جب یہ خبر پڑھی تو اپنے وجود کے اندر گھنٹی سی بجتی محسوس کرنے لگا، ایک انجان سی خوشی کا احساس ہوا تھا۔ پھر میں سوچنے لگا ہم اپنے بچوں کی معصوم خواہشات کا کتنا احترام کرتے ہیں؟ یاد کیجئے اپنے بچوں کی معصوم خواہش، آخری بار کب پوری کی تھی؟ آپ کی بیٹی نے گڑیا آپ کو دی کہ یہ بیمار ہے تو آپ نے کیا کہا؟ جب اس نے کہا: بابا اس کے بالوں میں کنگھا کر دیں تو آپ کا جواب کیا تھا؟ جب بیٹی نے کہا: مما اس کے کپڑے بدلیں، دھوئیں، تو آپ نے کیا جواب دیا۔ جب آپ بہ آواز بلند باتیں کر رہے تھے اور بچے نے آپ کی نقل کرتے ہوئے: شش کی آواز کے ساتھ اشارہ کرکے چپکر جانے کو کہا کہ "شور نہ مچائیں "گڑیا سو رہی ہے۔ تب آپ نے کیا کیا؟ اسی طرح کی دیگر باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ اگر تو آپ نے اپنے بچے/بچی کی بات مانی، اسے احساس دلایا کہ ہاں بیٹا تم ہمارے لیے اہم ہو، تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ایسا نہیں تو آپ کو اپنے رویے پر ضرور غور کرنا چاہیے۔ یاد رکھیں! جب بچوں کی معصوم خواہش اور ان کی رائے کے ساتھ ہم انہیں بھی اہمیت دیں گے تو ان کے اعتماد میں اضافہ ہوگا، وہ خود دار بنیں گے۔ احساس کمتری کے شکار نہیں ہوں گے۔ کیا کبھی سوچا کہ معصوم لعل کو دھتکارنے، ڈانٹنے پھٹکارنے سے اس کی خودداری مجروح ہوگی؟

کبھی سوچا کہ ہم بچوں کو مطمئن کرنے کے لئے ان کے کتنے سوالوں کے جواب دیتے ہیں؟ ننھی خواہشات کا کتنا احترام کرتے ہیں؟ اپنے بچوں کے ساتھ بچہ بننے میں حرج ہی کیا ہے؟ کیا انہیں کندھے یا کمر پر بٹھا کر ان کے لیے گھوڑا بننے سے آپ کی عزت، وقعت، مقام میں کمی آئے گی؟ کیا ان کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے سے آپ کا وقار کم ہو جائے گا؟ کیا بچے کو باہر لے جانے سے آپ کے پر جل جائیں گے؟ آپ بچوں کے ساتھ بیٹھے تو۔ آپ کا عمل اس کی یاداشت پر ثبت ہو جائے گا اور ایسی یاد جو ہمیشہ تر و تازہ رہے گی۔ آپ انہیں توجہ تو دیں۔ پھر دیکھیے کیسے کیسے بھالوؤں کا آپریشن کروائیں گے۔ اپنی کھلونا گاڑیاں ٹھیک کروائیں گے۔ غبارے پھلائے جائیں گے اور صرف اداکاری سے آپ نہ صرف ان کا دل جیت لیں گے بلکہ اپنے دلوں میں بھی خوشیوں کی کونپلیں اگتی محسوس کریں گے۔ اگر آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو بچے کی کوشش ہو گی کہ وہ بھی کرے۔ جیسے مطالعہ کے وقت وہ بھی کتاب لے کے بیٹھ جائے گا۔ کاغذ قلم لے کر دنیا جہان کے نقشے بنا کر آپ کو دکھائے گا۔ صرف ''ہوں، ہاں'' سے ٹال دیں گے تو اس کا اثر آپ پر تو نہیں، بچے پر ضرور پڑے گا۔ لیکن اگر آپ اس پر اسے داد دیں گے تو وہ خوشی سے کپڑوں میں نہیں سمٹ پائے گا اور وہ بے نام لکیریں بقول شخصے ٹیڑھی ترچھی لکیریں نہیں'' صحیفے'' ہیں؛ انہیں اہمیت دینی چاہیئے۔

اسی طرح آپ کوئی اور چھوٹا موٹا کام کر رہے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ انہیں بھی شریک کریں، یعنی ان پر ذمہ داری ڈالیں کہ ''آپ یہ کام کرو۔'' اگر نقصان کرے تب بھی نہ روکیں، یہ نہ کہیں کہ ''نہ نہ تم نہیں کر سکتے، نقصان کر لوگے، توڑ دوگے'' وغیرہ۔ اس سے بچے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ ناکارہ ہیں، کوئی کام کر ہی نہیں سکتے۔ بلکہ آپ اس نقصان کو تجربے کا نام دیں اور دل بڑا کر کے شاباش بھی دیں۔ اس سے بچے میں جہاں اعتماد پیدا ہوگا، وہیں دوسری بار احساس ذمہ داری سے وہ کام کرنے کی کوشش کرے گا۔ بچوں کا خیال رکھنے انہیں وقعت دینے سے ان میں حوصلہ پیدا ہوگا۔ جن بچوں کو تضحیک، تنقید کا نشانہ بنایا جائے وہ باغی ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کوستے رہنے سے گریز کریں تاکہ بچوں میں نفرت، غصہ، حسد جیسے جذبات نمودار نہ ہو سکیں۔ اپنی مصروفیات میں سے چند لمحے نکال کر بچوں کو دیں۔ سوشل میڈیا سے نکل کر تو دیکھیے کہ باہر کی دنیا کتنی حسین ہے۔ آپ کا بچوں کے ساتھ گزرا وقت، آپ کا چھوٹا سا عمل ان کے ذہن کے کینوس پر رقم ہو جائے گا۔ وقت گزر جاتا ہے، یادیں

رہ جاتی ہیں۔ بچپن بھی ایک حسین یاد ہے۔ اپنا وقت تو گزر گیا اب بچوں کے بچپن کو تو یادگار بنائیں۔ انہیں ایسی یادیں دیں کہ ان کا بچپن رنگین بن جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ بچوں سے تو وجہ کائنات ﷺ بھی محبت فرماتے تھے۔ ان کے توسط سے خدا تعالیٰ سے تعلق بنایا جاسکتا ہے۔ ہمارے ارد گرد بیسیوں بچے ہیں۔ ہم کچھ وقت نکال کر خوشیاں کشید کر سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے بچے ہیں؛ ہم انہیں وقت دے سکتے ہیں۔ سیکڑوں بچے ہماری نگاہوں کے سامنے پھرتے ہیں۔ گلی محلے میں، سگنل، چوک، چوراہے پر۔ کوڑادان سے کچرا چنتے، بڑی سی گاڑی کے دروازے پر نظریں ٹکائے بچے۔ جن کے سپاٹ چہروں پر محبت کی پیاس کا نقش ہوتا ہے۔ جو محبتوں کو ترس جاتے ہیں۔ جو محبت کے نام تک سے واقف نہیں ہوتے۔ کبھی کسی بچے کو بلا کر، دو ٹافیاں، ایک کھلونا دے کر تو دیکھیے۔ مہربان نظریں، دوستانہ برتاؤ، شفقت اور پیار بھرا رویہ ان معصوموں کو وہ اعتماد اور بھروسہ دے سکتا ہے جو شاید انہیں زندگی بھر نصیب نہ ہوا ہو۔ آپ خوشی دے کر بھول جائیں گے مگر وہ بچہ زندگی بھر نہ بھلا پائے گا۔ وہ زندگی کی گھاٹیاں سر کرتا سفید بالوں میں لیے بیٹھا ہوگا تب بھی "آپ" اس کی یادوں کے دریچے میں تروتازہ ہوں گے۔ تو کیا آپ کسی کی یادوں میں تازہ رہنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کو خوشیاں چاہئیں؟ اگر ہاں تو بسم اللہ کریں۔ روٹین بدلیں خوشیاں کشید کریں خدا تعالیٰ کے عطا کردہ تحفوں سے محبت کریں پھر چاہیے وہ اپنے ہوں یا کسی اور سے۔

حقیقی زینت

دنیا کی زینت:

(۱) ماں اور باپ (۲) نیک بیوی (۳) نیک اولاد (۴) دانا دوست

جسم کی زینت:

(۱) کم کھانا (۲) کم سونا (۳) کم بولنا (۴) کم ہنسنا

دل کی زینت:

(۱) صبر (۲) ذکر (۳) شکر (۴) غور و فکر

ایمان کی زینت:

(۱) حیا (۲) پاکیزگی (۳) سچائی (۴) عدل

آخرت کی زینت:

(۱) علم (۲) تقویٰ (۳) صدقہ (۴) حقوق العباد

تعلیم وتربیت

پھولوں کی تربیت کے دس اصول

مولانا انور غازی

بچوں کو پھولوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ واقعتاً بچے پھولوں کی طرح ہی نرم ونازک ہوتے ہیں۔ جیسے پھولوں کا خیال رکھا جاتا ہے اسی طرح بچوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ جو لوگ اپنے پھول کا خیال رکھتے ہیں، ان کی اسلامی اصولوں کے مطابق اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے ہیں ان کی اولادیں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہیں۔

"بچوں کی تربیت" اس وقت ہمارے معاشرے کا سب سے اہم اور بڑا موضوع ہے۔ سب سے ہاٹ ایشو ہے۔ ہر تیسرا شخص اپنی اولاد کے حوالے سے پریشان ہے۔ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے لیے متفکر نظر آتا ہے۔

ہم ہر سال وقفے وقفے سے ملک بھر کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں جاتے ہیں۔ اسی طرح بیرون ملک بھی اسفار کرتے ہیں۔ یوں مختلف فیملیز سے ملاقات ہوتی ہے۔ بیرون ملک مقیم پاکستانیوں سے جب ملاقاتیں ہوں یا پھر پاکستان میں رہائش پذیر والدین سے ملیں تو اکثر والدین شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کی اولادیں ان کی باتیں نہیں مانتی، وہ نافرمان ہوتی جارہی ہیں۔ ہم کیا کریں؟ اور کیا نہ کریں؟ کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

اب سوال یہ ہے کہ "والدین اپنے بچوں کی تربیت کیسے کریں؟" وہ کون سے طریقے اور اصول اپنائیں کہ بچے فرمانبردار اور مطیع بن جائیں، والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں۔ وہ ہر اعتبار سے مثالی بچے بن جائیں۔

بچوں کی تربیت کے حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کے خود رول ماڈل بنیں۔ بچہ جو دیکھتا ہے وہی کرتا ہے۔ آپ جو کہتے ہیں وہ نہیں کرتا۔ بچہ اپنے ماں باپ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے کرتے ہیں؟ ان کا رویہ کیسا ہے؟ وہ سچ بولتے ہیں یا جھوٹ۔ اسی طرح بچہ بھی کرنے لگتا ہے۔

یہ اصول ہے کہ دیکھا ہوا عمل ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ دماغ کے نہاں خانوں پر نقش ہو جاتا ہے۔ جبکہ کہا ہوا بھول جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں بچوں کی تربیت پر ایک ڈاکومنٹری دیکھی۔ اس میں تھا کہ بچے کے باپ نے اپنے ماں باپ کو گھر کے ایک کونے میں ایک چھوٹے سے کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ وہیں پر ان کو کھانا پانی دیا

جاتا تھا۔ بچہ اس منظر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر چکا تھا کہ والدین کو بڑے گھر کے ایک کونے کُھدرے میں ہی رکھا جاتا ہے۔ ایک دن یہ بچہ اسکول سے واپس آنے کے بعد اپنے مستقبل کے گھر کا نقشہ بنا رہا تھا۔ اس نے اپنے گھر کے نقشے میں ایک چھوٹا سا کمرہ بنایا اور یہ چھوٹا کمرہ بھی گھر کے ایک کونے میں تھا۔

اچانک اس بچے کا والد آجاتا ہے۔ وہ علیک سلیک کے بعد بچے سے پوچھتا ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ بچہ کہتا ہے کہ میں نے اپنا گھر کا نقشہ بنایا ہے۔ والد وہ نقشہ دیکھتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے کہ میرا بیٹا کتنا ذہین ہے اور کتنا سمجھدار ہے کہ ابھی سے بڑے بڑے کام کرنے لگا ہے۔

بچے کا والد نقشے میں بنائی مختلف چیزوں کی طرف اشارہ کرکے پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اور وہ کیا ہے؟ وہ بچہ بتاتا جاتا ہے۔ گھر کے نقشے میں ایک کونے کُھدرے میں ایک چھوٹے سے کمرے کی طرف اشارہ کرکے پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ بچہ جلدی سے اپنے والد کی طرف انگلی کرکے کہتا ہے کہ یہ آپ کا کمرہ ہے۔ والد یہ سن کر حیران اور پریشان ہو جاتا ہے۔ بچہ اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دادا کے کمرے کی طرف لے جاتا ہے اور دکھاتا ہے کہ دیکھیں! آپ سے بھی اپنے والد کو اتنے چھوٹے سے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ والد فوراً سمجھ جاتا ہے۔ توبہ تائب ہوتا ہے اور اپنے والد کو اپنے گھر کے سب سے بڑے، اچھے اور درمیان میں رکھنا شروع کر دیتا ہے۔

اس واقعے کا پیغام یہ ہے کہ والدین اپنے عمل سے بتائیں کہ انہوں نے اپنے بچوں کو کیسا بنانا ہے۔ فطرتاً بچہ نقال ہوتا ہے۔ وہ اپنے والدین کو کاپی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے بچے کو اچھا ماحول دیں۔ بچہ ہمیشہ ماحول سے سیکھتا ہے۔ وہ جیسے ماحول میں رہے گا رفتہ رفتہ ویسے ہی بنتا چلا جائے گا۔ جس گھر میں گالم گلوچ والا ماحول ہو، جھوٹ بولا جاتا ہو، خیانت کی جاتی ہو، چھوٹے بڑے کی تمیز نہ کی جاتی ہو، بزرگوں کا ادب نہ کیا جاتا ہو، بچے بھی آہستہ آہستہ ویسے ہی کرنے لگتے ہیں۔ شیخ سعدی شیرازیؒ نے برسوں پہلے کہا تھا:

صحبت صالح ترا صالح کنند　　صحبت طالع ترا طالع کنند

کہ اچھے لوگوں کی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت بُرا بنا دیتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے بچوں کو اچھا اور نیک صالح ماحول دینا چاہیے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو ہیری پورٹر، چھوٹو موٹو اور ویر جیسے کارٹونوں اور ڈرامے دکھا کر اپنے پیارے بچوں کے ذہنوں میں لاشعوری طور پر زہر بھر رہے ہیں۔ خدارا! اپنے بچوں کو ان بے ہودہ لغو اور بے کار کارٹونوں اور ڈراموں سے دور رکھیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو اچھے کردار اور رول ماڈل دیں۔ انسان کو اس کا کردار ہی عظیم بناتا ہے۔ اپنے بچوں کے لیے رول ماڈل حضرت عمرؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، محمد بن قاسمؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، علامہ اقبالؒ، محمد علی جناحؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی محمد تقی عثمانی اور حکیم سعید کو بنائیں۔ ان کے کچے ذہنوں میں بٹھائیں کہ آپ نے ان جیسا بننا ہے۔ یہ ہیں آپ کے رول ماڈل۔ آپ ان حضرات کو کاپی کیا کریں۔ بچوں کو ان کی زندگی پر لکھی گئی کتابوں پڑھنے کے لیے دیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو مشاہدہ کروائیں کہ اچھا بچہ کیسا ہوتا ہے؟ اچھا ٹیچر کیسا ہوتا ہے؟ کسی دن اپنے بچوں کو ان سے ملوانے کے لیے ان کے پاس لے جائیں۔ کسی دن ایک ایماندار آفیسر کے پاس لے جائیں کہ اچھا افسر ایسا ہوتا ہے۔ کسی دن کسی بزرگ اور اولیاء اللہ کے پاس ملوانے کے لیے لے جائیں۔ اس سے آپ کے بچے بہت کچھ سیکھ اور سمجھ جائیں گے اپنے بچوں کی زندگی میں ویلیوز ایڈ (اقدار شامل) کریں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ آپ خود اپنے ماں باپ کی خدمت اور ادب واحترام کرنا شروع کردیں۔ آپ کی اولاد خود ہی آپ کا ادب کرنے لگے گی۔

ساتویں بات یہ ہے کہ ماں باپ کے آپس کے تعلقات خوشگوار اور مثالی ہونے چاہئیں۔ جب ماں باپ اپنے بچوں کے سامنے لڑتے جھگڑتے اور گالم گلوچ کرتے ہیں تو بچہ فطری طور پر اپنی ماں کے جسم کا حصہ ہوتا ہے، وہ ماں کا ساتھ دینے لگتا ہے اور اپنے باپ کو ظالم سمجھنے لگتا ہے۔ خدا کے لیے ماں باپ اپنی اولاد کے سامنے اپنے لڑائی جھگڑے ڈسکس نہ کریں۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ بچوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر بھی ایکشن لیں۔ انہیں ہرگز نظرانداز نہ کریں۔ یہ چھوٹی غلطیاں بعد میں بڑی بن جاتی ہیں۔ انڈہ اور ٹافی چرانے والا بچہ ہی جوانی میں ڈاکو بن جاتا ہے۔

نویں بات یہ ہے کہ بچوں کو سچی کہانیاں اور داستانیں سنائیں۔

دسویں بات یہ ہے کہ گھر اور دفتر کے ماحول میں فرق کریں۔ گھر میں افسر بننے کی کوشش نہ کریں، بلکہ پیار و محبت اور شفقت سے پیش آئیں۔

بچوں کی تربیت کے یہ 10 سنہری اصول ہیں۔ اگر والدین ان پر صدقِ دل سے عمل کرلیں تو ان کی اولاد ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے گی۔ آپ کے بچے خوشبودار پھول کی طرح پھول بن جائیں گے۔

آخر کیوں؟

ایک مصور نے ایک نہایت ہی خوبصورت اور بے عیب تصویر بنائی اور اسے شہر کے عین وسط میں چوراہے پر نصب کر دیا۔ اس کے نیچے ایک تحریر لکھ دی اگر کہیں کوئی خامی ہو تو اس پر دائرہ لگائیں چوں کہ اسے اپنی مہارت اور قابلیت پر اعتماد تھا اس لیے اسے یقین تھا کہ کہیں پر کوئی نشان یا دائرہ نہ لگا ہوگا۔ اگلے دن وہ اسی جگہ پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کا سر چکرا گیا۔ تصویر پر جا بجا دائرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں پر دائرہ نہ لگا ہو۔ اسے بہت افسوس اور دکھ ہوا اور اپنے کام کی مہارت پر شک بھی۔

اس سلسلے میں وہ ایک دن اپنے استاد کے پاس گیا اور اسے ساری روداد سنائی۔ استاد کو بھی اس کی قابلیت پر یقین تھا۔ استاد نے اس سے کہا کہ وہ دوبارہ ویسی ہی ایک تصویر بنائے اور اسے اسی جگہ نصب کرے اور اس پر تحریر کرے "جہاں غلطی ہو اسے درست کر دیں"۔ آرٹسٹ نے ایسا ہی کیا۔ تصویر بنا کر وہاں نصب کرادی اور تحریر بھی لکھ دی۔ کئی عرصہ وہ تصویر وہاں لگی رہی لیکن کہیں پر کوئی درستی کی کاروائی نظر نہ آئی۔

مطلب یہ ہوا کہ تنقید کرنا اور خامیاں تلاش کرنا ہمارے مزاج کا حصہ بن چکا ہے۔ پہلی تصویر کے ساتھ ہونے والا سلوک ہمارے مزاج کا حصہ تھا۔ لیکن جب خامیوں کو دور کرنے اور درست کرنے کی بات آتی ہے تو سب بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ

واہ۔۔۔۔کیسے غمخوار تھے!

مولانا عابد علی

سیدنا بلالؓ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلی دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کو کیسے دیکھا؟ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں مکے کے لوگوں کو بہت ہی کم جانتا تھا۔ کیوں کہ غلام تھا اور عرب میں غلاموں سے انسانیت سوز سلوک عام تھا۔ ان کی استطاعت سے بڑھ کے ان سے کام لیا جاتا تھا تو مجھے کبھی اتنا وقت ہی نہیں ملتا تھا کہ باہر نکل کے لوگوں سے ملوں، لہٰذا مجھے حضور پاک ﷺ یا اسلام یا اس طرح کی کسی چیز کا قطعی علم نہ تھا۔ ایک دفعہ مجھے سخت بخار نے آلیا۔ سخت جاڑے کا موسم تھا اور انتہائی ٹھنڈ اور بخار نے مجھے کمزور کرکے رکھ دیا۔ میں نے لحاف اوڑھا اور لیٹ گیا۔ ادھر میرا مالک جو یہ دیکھنے آیا کہ میں جو پیس رہا ہوں یا نہیں، وہ مجھے لحاف اوڑھ کے لیٹا دیکھ کے آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے لحاف اتارا اور سزا کے طور پر میری قمیص بھی اتروادی اور مجھے کھلے صحن میں دروازے کے پاس بٹھادیا کہ یہاں بیٹھ کے جو پیس۔

اب سخت سردی، اوپر سے بخار اور اتنی مشقت والا کام، میں روتا جاتا تھا اور جو پیستا جاتا تھا۔ کچھ ہی دیر میں دروازے پہ دستک ہوئی، میں نے اندر آنے کی اجازت دی تو ایک نہایت متین اور پر نور چہرے والا شخص اندر داخل ہوا اور پوچھا کہ جوان کیوں روتے ہو؟ جواب میں میں نے کہا کہ جاؤ اپنا کام کرو، تمہیں اس سے کیا میں جس وجہ سے بھی روؤں، یہاں پوچھنے والے بہت ہیں لیکن مداوا کوئی نہیں کرتا۔ قصہ مختصر کہ بلال نے حضور کو کافی سخت جملے کہے۔ حضور ﷺ یہ سن کر بھی چلتے رہے۔ بلال کہتے ہیں کہ دل میں جو ہلکی سی امید جاگی تھی کہ یہ شخص کوئی مدد کرے گا وہ بھی گئی۔ لیکن بلال کو کیا معلوم کہ جس شخص سے اب اس کا واسطہ پڑا ہے وہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔

بلال کہتے ہیں کہ کچھ ہی دیر میں وہ شخص واپس آگیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا پیالہ اور دوسرے میں کھجوریں تھیں۔ اس نے وہ کھجوریں اور دودھ مجھے دیا اور کہا کھاؤ پیو اور جاکے سو جاؤ۔

میں نے کہا تو یہ جَو کون پیسے گا؟ نہ پیسے تو مالک صبح بہت مارے گا۔ اس نے کہا تم سو جاؤ یہ پسے ہوئے مجھ سے لے لینا۔ بلال سو گئے اور حضور ﷺ نے ساری رات ایک اجنبی حبشی غلام کے لیے چکی پیسی۔ صبح بلال کو پسے ہوئے جو دیے اور چلے گئے۔ دوسری رات پھر ایسا ہی ہوا، دودھ اور دوا بلال کو دی اور ساری رات چکی پیسی۔ ایسا تین دن مسلسل کرتے رہے جب تک کہ بلال ٹھیک نہ ہو گئے۔

یہ تھا وہ تعارف جس کے بطن سے اس لافانی عشق نے جنم لیا کہ آج بھی حضرت بلال کو صحابی رسول ﷺ بعد میں عاشقِ رسول پہلے کہا جاتا ہے۔ وہ بلال جس نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد اذان دینا بند کر دی۔ کیوں کہ جب اذان میں "اشھدان محمدا رسول اللّٰہ" تک پہنچتے تو حضور کی یاد میں ہچکیاں بندھ جاتیں اور زار و قطار رونے لگتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی خاص نصیحت

سیدنا ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: ابوذر! میں تجھے کچھ باتیں بتاؤں گا، انہیں اچھی طرح سمجھنا (یاد رکھنا اور عمل کرنا) لیکن آپ نے کوئی بات نہ بتلائی۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی فرمایا، یہاں تک چھ دن گزر گئے اور آپ روزانہ ایسا ہی فرماتے رہے (مقصد یہ تھا کہ ابوذر کے دل میں ان باتوں کی اہمیت بیٹھ جائے)۔ ساتویں دن آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ لوگوں کے سامنے بھی اور تنہائی میں بھی، اور جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو کوئی نیکی بھی کر لینا، کبھی کسی سے کچھ مت مانگنا، حتیٰ کہ اگر تیری چھڑی گر جائے اور تو گھوڑے پر سوار ہو تو کسی سے مت کہنا بلکہ خود اتر کر اٹھا لینا، اور کسی کی امانت نہ رکھنا (اگر خیانت کا ڈر ہو تو امانت نہیں رکھنی چاہیے)۔ اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہ بننا (اگر فیصلہ کی صلاحیت نہ ہو تو فیصلہ نہیں کرنا چاہیے)۔ (مسند احمد: ۲۱۵۷۳)

حالات حاضرہ

دہشت گردی کے بعد رجعت پسندی کے خلاف جنگ

مولانا زاہد الراشدی

ایک مقتدر شخصیت کا یہ بیان پڑھ کر ذہن میں ایک نیا مخمصہ ابھر آیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف کامیاب جنگ کے بعد اب رجعت پسندی سے جنگ ہوگی۔ خدا جانے ان کے سامنے رجعت پسندی کا کونسا نقشہ ہے مگر یہ بات بہر حال فکر و نظر کو متوجہ کرنے لگی ہے کہ دہشت گردی کا تو ابھی تک کوئی واضح مفہوم طے نہیں پاسکا اور عالمی، علاقائی یا قومی دائروں میں یہ فیصلہ بہر حال ارباب حل و عقد کے ہاتھ میں ہی ہے کہ وہ جسے چاہیں دہشت گرد قرار دے کر گردن زدنی ٹھہرادیں۔ دہشت گردی کے خلاف جب عالمی سطح پر بگل بجایا گیا تو یہ تقاضا سامنے آیا تھا کہ اس کی تعریف طے کر لی جائے تاکہ دہشت گردی اور مظلوم اقوام کی جنگ آزادی کے درمیان کوئی فرق واضح ہوسکے اور اس کے ساتھ ہی اسلامی جہاد اور دہشت گردی کے درمیان حد فاصل متعین ہو جائے مگر اس کا تکلف روا نہ رکھتے ہوئے طبل جنگ بجادیا گیا، جس کے نتیجے میں دہشت گردی، جہاد اور جنگ آزادی سب کچھ گڈمڈ ہو کر رہ گیا اور اب شاید ''رجعت پسندی'' کی اصطلاح کے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے جارہا ہے۔

مغرب اور اس کے ہمنوا حلقے جب رجعت پسندی کی نفی کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ:

ریاست کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہ رہے۔

دنیا کی تمام تہذیبیں اور ثقافتیں اپنے ماضی اور روایات سے دستبردار ہو کر مغربی فلسفہ وثقافت کے سامنے سرنڈر ہو جائیں۔

عالمگیریت کے نام پر مغرب کے مسلط کردہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی ماحول ونظام کو بہر حال قبول کر لیا جائے۔ خدا اور رسول اور آسمانی تعلیمات کو عبادت خانوں کی چار دیواری میں محدود کر دیا جائے اور اجتماعی معاملات میں ان کا کوئی حوالہ نہ دیا جائے۔

دوسرے لفظوں میں ماضی کی طرف لوٹنا اور آسمانی تعلیمات کو سیاسی، معاشرتی، معاشی اور قانونی معاملات کو راہنما قرار دینا آج کے معروف فکر وفلسفہ کی رو سے رجعت پسندی کہلاتا ہے، البتہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عمومی ماحول میں اس مبینہ رجعت پسندی سے پیچھا چھڑانا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ قیام پاکستان کے مقصد کے حوالہ سے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے رفقاء کی واضح تصریحات تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ موجود ہیں کہ وہ اس نئی ریاست کو اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنت کے احکام وقوانین کے از سر نو معاشرتی کردار کے لیے تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہیں، جو ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا معروف مفہوم میں رجعت پسندی ہی کہلائے گا اور ایسا کرنا اس لیے بھی ممکن ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور خود اس بات کا داعی اور ضامن ہے کہ:

اس ریاست میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی گئی ہے۔

قرآن وسنت کو دستور وقانون کی راہنمائی اور تشکیل میں سرچشمہ کی حیثیت حاصل ہے۔

ریاست آسمانی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور فروغ کی پابند ہے۔

اسلامی تہذیب وثقافت کا تحفظ اس ریاست کا بنیادی ہدف ہے۔

پھر ان دستوری صراحتوں کے ساتھ ساتھ کم وبیش تمام قومی راہنما اور مقتدر شخصیات گزشتہ سات عشروں سے تسلسل کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور خلفائے راشدین کی مثالی حکومتوں کو راہنما اور آئیڈیل قرار دیتے چلے آرہے ہیں، حتی کہ موجودہ حکومت نے تو اپنے آئیڈیل نظام حکومت کے لیے ٹائٹل ہی ''ریاست مدینہ'' کا اختیار کیا ہے جس کا کم وبیش ڈیڑھ ہزار سال قبل کے ماضی کی طرف رجوع اور واپسی کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ اس تناظر میں '' رجعت پسندی'' کا کوئی طعنہ سن کر یوں لگتا ہے جیسے ہم خود اپنے خلاف لڑنے کی باتیں کررہے ہیں اور اپنی نظریاتی، اعتقادی اور تہذیبی بنیادوں کو ہی اکھاڑ دینے کے درپے ہیں۔

رجعت پسندی سے مراد اگر تنگ نظری، فرقہ پرستی، شخصی یا طبقاتی مفادات کی اسیری اور ملکی وملّی تقاضوں سے انحراف ہے تو اس کے مذموم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس کے خلاف جنگ میں کوئی محب وطن شہری اور سلیم الفطرت مسلمان پیچھے نہیں رہے گا مگر رجعت پسندی کی اصطلاح کا جو مفہوم و مطلب آج کی بالادست قوتوں کا طے کردہ ہے اور جسے امت مسلمہ سے بہر حال قبول کروانے کے لیے تخویف و تحریص کے سارے حربے استعمال کیے جارہے ہیں، اسے ہدف قرار دے کر کیا جانے والا کوئی بھی علان جنگ خود اپنے خلاف ہی سمجھا جائے گا۔

ہم قومی سوچ اور ملی تقاضوں کو دیمک کی طرح چاٹ لینے والی "رجعت پسندی" کے خلاف جنگ کے حق میں ہیں اور اسے قومی وحدت وم لکی استحکام کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، مگر اس کا مفہوم اور حدود اربعہ طے ہونا چاہیے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کی طرح یہ تجربہ پھر نہیں دہرایا جانا چاہیے کہ ڈیڑھ عشرے سے زیادہ عرصہ تک جنگ لڑنے اور بے پناہ جانی ومالی قربانیاں دینے کے بعد بالآخر ہمارے وزیراعظم کو یہ کہنا پڑرہا ہے کہ "ہم آئندہ غیروں کی جنگ نہیں لڑیں گے"۔

اس لیے گزارش ہے کہ رجعت پسندی کے خلاف مجوزہ جنگ اگر قومی تقاضوں اور ملی مقاصد کے لیے ہے تو بسم اللہ، پوری قوم حاضر ہے، مگر یہ جدوجہد قیام پاکستان کے نظریاتی مقاصد کی تکمیل اور دستور پاکستان پر مخلصانہ عملدرآمد کے لیے ہوگی تو بات آگے بڑھے گی اور اسے "غیروں کی جنگ" کے تاثر سے بچانا ہوگا جبکہ ہمارے خیال میں اس ملک کے عوام کو کافی حد تک اب اس بات کا تجربہ اور ادارک ہوگیا ہے کہ کونسی جنگ ہماری ملی ضروریات کے لیے ہے اور کونسی جنگ ایسی ہوسکتی ہے جس کے بعد ہمیں پھر سے یہ نہ کہنا پڑجائے کہ آئندہ ہم غیروں کی جنگ نہیں لڑیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر دستور پاکستان کو قوم کا حقیقی بیانیہ سمجھ لیا جائے اور اسے آزادی اور اعتماد کے ماحول میں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے تو ہمیں نہ کسی نئے بیانیے کی ضرورت رہے گی اور نہ ہی کوئی جنگ لڑنا پڑے گی، مگر اس کے لیے شرط ہے کہ دستور کو فریزر سے نکال کر اپنا کام کرنے دیا جائے اور تمام مقتدر ادارے دستور کی حاکمیت اور بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔

مقالات و مضامین

معلم اعظمؐ کا تعلیمی انقلاب

ابو ثاقب شکیل احمد

حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا کسی بھی جگہ تاریکی کا نشان نہیں پاتا۔ ہر چیز واضح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح ہے۔ آپ ﷺ کا کردار، رحمت، شفقت، خشیت، عبادت، شجاعت، عدالت، صداقت، سخاوت، فراست، متانت، ایثار، احساس ذمہ دار، عاجزی، تواضع، صبر، توکل، دانش وغیرہ سب کی کیفیت اور ان کے عملی نمونے ہمیں سیرت میں مل جاتے ہیں۔

چونکہ آپ ﷺ نے اپنے آپ کو بطور معلم بھی پیش فرمایا اور علم کی قدر دانی اور سرپرستی بھی کی۔ علمی ماحول کو جلا بھی بخشی۔ اس لئے ذیل کی سطور میں ہم حضور ﷺ کی ذات اقدس کی تعلیمی نظام کے حوالے سے خدمات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کس طرح حضور ﷺ نے تعلیم سے بے بہرہ افراد کو تعلیم یافتہ و تربیت یافتہ بنا کر اقوام عالم کی امامت کے قابل بنا دیا۔

حضور محمد مصطفیٰ ﷺ اور تعلیم:

آپ ﷺ سے زیادہ علم کی افایت و اہمیت سے کوئی باخبر نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم بذریعہ وحی نازل ہوا تو وہ بھی تعلیم کے بارے میں تھا، حضرت جبرائیلؑ اللہ کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾

ترجمہ:

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے آدمی کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھیے کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

تعلیم کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ بہت سارے علوم و فنون کی باقاعدہ تربیت کا اہتمام فرمایا۔ ان علوم میں علم تجوید، علم الانساب، علم ہیت، علم طب، علم فرائض (وراثت کے احکام)، تیراکی، نشانہ بازی اور فن کتابت شامل ہیں۔

فروغ تعلیم کیلئے ابتدائی اقدامات:

آپؐ نے مدینہ منورہ میں علم کے فروغ کیلئے سب سے پہلے حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ اور پھر حضرت عبداللہؓ بن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ پھر جب آپ ﷺ نے خود ہجرت فرما کر یہاں اقامت اختیار کر لی تو آپ ﷺ نے علم وادب کی نشر و اشاعت اور خواندگی عام کرنے کیلئے بھرپور اقدامات کئے اور فروغ تعلیم کے مختلف طریقے وضع فرما کر ہر فرد کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس ضمن میں متعدد اقدامات کئے، علوم و فنون کے ماہر اساتذہ کو تعلیمی خدمات کی انجام دہی پر تعینات فرمایا اور دوسرے شہروں سے بھی ماہرین علم کو طلب فرمایا۔ مسلمانوں کو حکم دیا کہ علم کو لکھائی کے ذریعے محفوظ کرلو۔ مختلف صحابہؓ کو تحریر کی کتابت، املا اور قرآن و حدیث کی تعلیم پر مامور کیا۔

ان اقدامات کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر خواندگی کا تناسب بڑھتا گیا ہے اور انصار کے ہر گھر نے تعلیمی درس گاہ کی حیثیت اختیار کر لی۔

فروغ علم کیلئے عملی اقدامات:

آپؐ کے زمانے میں ایک جماعت ایسے افراد پر مشتمل تھی جنہوں نے علم کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ یہ جماعت اصحاب صفہ کہلاتی تھی اور ان کی تعلیم اور قیام کا انتظام مسجد نبوی کے ایک کونے میں کیا گیا تھا۔

آپ ﷺ نے گوشۂ اصحاب صفہ کو علم و ادب کا مرکز قرار دیا۔ یہ ایک پہلی اسلامی یونیورسٹی تھی جس میں دو قسم کے طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے، ایک وہ جو یہیں رہتے تھے، دوسرے وہ جو شام کو اپنے گھر چلے آجاتے تھے۔

یہاں پر بنیادی نوعیت کی تعلیم دی جاتی تھی جو متعدد شعبوں پر مشتمل ہوتی تھی مثلاً لکھائی پڑھائی کا شعبہ، تعلیم قرآن مجید کا شعبہ جہاں اس وقت تک کی نازل شدہ آیات کی تعلیم ان لوگوں کو دی

جاتی تھی جو لوگ لکھنا پڑھنا سیکھ لیتے تھے، فقہی احکام اور مسائل کا شعبہ الگ تھا جہاں ماہر اور تجربہ کار اساتذہ کام کرتے تھے۔ مزید برآں یہ کہ معلم اعظم حضرت محمد ﷺ بحیثیت رئیس ادارہ بھی انہیں تعلیم سے نوازتے تھے۔ تاریخ اسلام کی اس پہلی اقامتی درس گاہ میں طلبہ کی مجموعی تعداد بعض اوقات چار سو سے تجاوز کر جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ہی مدینہ منورہ میں قلم دوات اور تختی استعمال کرنے کا رواج تھا، چنانچہ طالب علموں کو تختی پر لکھنا سکھایا جاتا، کبھی کبھار تدریس کی خدمت مہاجرین کو سونپی جاتی کہ وہ انصار کو تعلیم دیں۔

بعض اصحاب صفہ کے مفلس و نادار حضرات دن کے وقت شیریں پانی بھر لاتے یا جنگل سے لکڑیاں چن لاتے اور انہیں بیچ کر جو کچھ حاصل ہوتا اسے ضرورت معاش میں خرچ کرتے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے انہیں تعلیم حاصل کرنے کا دن کے وقت موقع نہ ملتا تو وہ رات کے وقت اپنا علمی ذوق پورا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہؓ نے دیکھا کہ آپ ﷺ اصحاب صفہ کو کھڑے ہو کر پڑھا رہے ہیں اور آپ ﷺ کے شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے تاکہ کمر سیدھی کر سکیں۔

بچوں اور عورتوں کی تعلیم:

حضور ﷺ نے عورتوں کیلئے الگ تعلیم کا اہتمام فرمایا تھا اور ان کی خواہش پر ہفتے میں ایک دن ان کی تعلیم و عظ و تذکیر کیلئے مقرر فرمایا۔ اس دن عورتیں سوالات بھی کرتیں اور آپ ﷺ ان کے سوالوں کے جواب ارشاد فرماتے تھے۔ عورتوں کو ذوق علم بہت تھا اسی لئے بعض عورتوں نے اپنے شوہروں سے اس کے سوا کوئی اور حق مہر طلب نہیں کیا کہ وہ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی درس گاہ مسجد نبوی کے ایک کونے میں حجرہ نبوی اور روضہ رسول ﷺ کے مسکن سے متصل واقع تھی۔ عورتیں، بچے اور محرم وغیرہ حجرے کے اندر مجلس میں بیٹھتے۔ باقی لوگ مسجد میں بیٹھتے تھے۔ درمیان میں پردہ حائل ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پردہ کی اوٹ سے مسند پر جلوہ افروز ہوتیں۔ طلبہ کی زبان، طرز ادائیگی اور صحت تلفظ کی سختی سے نگرانی کرتی تھیں۔ آپؓ بچوں کو زیور

تعلیم سے نوازنے کی غرض سے اپنی آغوش تربیت میں لے لیتیں اور ان کے تمام اخراجات خود برداشت کرتی تھیں۔ آپؓ کے شاگردوں کی تعداد دو سو سے زائد تھی۔ جن میں اڑتیس (38) عورتیں شامل تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ عورتیں دوسری ازدواج مطہرات سے بھی دینی مسائل دریافت کرتی تھیں۔

آپ ﷺ نے قوم کے نونہالوں اور امت کے پاسبانوں کی تعلیم وتربیت پر بھی پور توجہ فرمائی اور خواندگی کے جس سنہری دور کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا اس میں بچوں کی تعلیم کو اولیت حاصل ہے جبکہ اسلام سے پہلے صرف یہودیوں نے مدینہ منورہ میں بچوں کے سکول قائم کر رکھے تھے۔

پڑھے لکھے قیدیوں سے بھی بچوں کو پڑھانے کی خدمت لی جاتی تھی جیسا کہ اسیران بدر مدینہ منورہ میں لائے گئے تو ان میں بعض نادار لوگ تھے جو فدیہ ادا کرکے آزادی حاصل کرنے سے قاصر تھے چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا فدیہ اس طرح ادا کرنے کی سہولت فرمادی کہ یہ لوگ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں اور جب وہ لکھنے میں ملکہ (کمال) حاصل کرلیں تو انہیں رہا کر دیا جائیگا۔ اس طرح ان قیدیوں نے انصار کے بچوں کو لکھنا سکھایا اور قید سے رہائی پائی۔

مدینہ میں واقع نو مساجد کے جوار میں بچوں کیلئے تعلیمی درس گاہیں قائم تھیں، جن میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ لکھنے کی مشق کرائی جاتی تھی۔ طالب علموں کیلئے تعلیم حاصل کرنے کے اوقات مقرر تھے جن کی پابندی ضروری تھی، اساتذہ نے طلبہ کیلئے جو اوقات مقرر کیے تھے اسی میں پڑھنا اور باہم مذاکراہ (تکرار) کرنا لازمی تھا۔ تعلیم کے اوقات عموماً فجر کے بعد سے چاشت تک یا ظہر اور عصر کے درمیان ہوتے تھے۔ تعلیم شروع ہونے سے پہلے طلبہ جماعتوں میں پہنچ جاتے اور اپنی اپنی مخصوص جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ اگر کوئی طالب علم سبق میں حاضر نہ ہوتا تو استاد اس سے باز پرس کرتے اور غیر حاضری کا سبب دریافت کرتے تھے۔

اس دور کے بچے بھی بڑے ہوشیار اور سمجھدار تھے کمسن صحابی حضرت عمرو بن سلمہؓ نے صرف سات برس کی عمر میں قرآن مجید کا اچھا خاصا حصہ یاد کرلیا تھا۔

حضرت عمرو بن سلمہؓ کا گھر شارع عام پر ایک چشمے کے کنارے آباد تھا جہاں آنے والے مسافر آرام کرتے تھے، مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو یہ فوراً یاد کر لیتے تھے۔

دس سالہ حضرت انس بن مالکؓ اپنے شوق کی بدولت لکھنا جانتے تھے چنانچہ جب ان کی والدہ نے انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو بڑے فخر سے کہا۔ ''یہ میرا بیٹا ہے اور لکھنا جانتا ہے''

حضرت انسؓ دس سال تک آپ ﷺ کے سایہ عاطفت میں اس طرح رہے جس طرح گھر کا فرد ہوں۔

گیارہ سالہ حضرت زید بن ثابتؓ کو یہ کہہ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ اس بچے کو قرآن پاک کی سولہ سورتیں یاد ہیں آپ ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ان سے قرآن مجید سنا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کو علم سے اس قدر لگاؤ تھا کہ انہوں نے آپ ﷺ کے مشورے اور حوصلہ افزائی سے صرف پندرہ دنوں میں عبرانی زبان سیکھ لی اور سریانی زبان صرف سترہ دنوں میں سیکھ لی۔

حصول علم کے مقامات:

عہد نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ میں نو مساجد تھیں، ان مساجد میں قرآن مجید، اسلامی احکام، قرأت اور خطاطی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ حکم دیا کہ اپنے اپنے محلے کی مسجد میں اپنے ہمسائیوں سے تعلیم حاصل کرو سب لوگ مرکزی مسجد میں نہ آیا کریں۔

اس ارشاد مبارک کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح صرف ایک مسجد میں طلبہ کی تعداد بڑھ جانے کا اندیشہ تھا جس کے باعث سب کی تعلیم متاثر ہوتی اور اساتذہ کی ناکافی تعداد کے سبب طالب علموں کو صحیح طریقے سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔

جب کوئی مسافر مدینہ منورہ پہنچتا تو آپ ﷺ اسے کسی صحابی کے سپرد کرکے فرماتے کہ اسے علم دین سکھاؤ۔ آپ ﷺ نے ہر مسلمان کو دینی علوم سے بہرہ ور کرنے کیلئے فرمان جاری کیا کہ جو اَن پڑھ ہیں اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کریں اور جو تعلیم یافتہ ہیں وہ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع کریں اور اچھی باتوں کا حکم دیں۔

دور دراز کے علاقوں میں آباد قبائل کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے آپ ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ قبائلی نمائندے جو مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ ذاتی طور پر ان کی تعلیم و تربیت اور قیام و طعام کی نگرانی فرماتے تھے، اس طرح مختلف وفد حاضر خدمت ہو کر علم حاصل کرتے اور واپس اپنے قبائل میں جا کر تعلیم کو عام کرتے۔

مدینہ منورہ کے علمی مراکز میں "صفہ" کے علاوہ چند اور مراکز بھی شہرت رکھتے تھے۔ ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابیؓ بن کعبؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ کی درس گاہوں کے علاوہ 2 ہجری میں حضرت مخرمہ بن نوفلؓ کے مکان پر قائم ہونے والی درس گاہ "دارالقراء" بھی شامل ہے۔

فروغ تعلیم کے مجموعی نتائج:

اس طرح آپ ﷺ کے فروغ علم کیلئے کئے جانے والے ٹھوس اور مثبت اقدامات کے نتیجے میں سرزمین عرب کا جہالت کدہ، علم و فنون کا گہوارہ بن گیا اور یہاں سے طلوع ہونے والے آفتاب علم کی کرنیں پورے جہاں کیلئے روشنی بن گئیں۔ اعلیٰ کارکردگی اور حسن انتظام کے نتیجے میں چند سالوں میں متعدد صحابہؓ نے تحریر و کتابت اور املا و انشاء میں مہارت حاصل کر لی جنہیں کاتبین کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ آپ ﷺ کی موجودگی میں ہر معاملے میں کاتب تھے۔ حضرت مغیرہؓ اور حضرت حصینؓ بن عمیرؓ آپ ﷺ کی ضروریات کی چیزیں لکھنے پر مامور تھے۔ حضرت عبد اللہؓ بن ارقمؓ اور علاءؓ بن عقبہ معاہدوں کی دستاویزات لکھنے پر تعینات تھے۔ حضرت زبیرؓ بن العوم اور حضرت جہمؓ بن صلتؓ صدقات کے مال لکھتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ بن یمان مال غنیمت کی تفصیلات لکھنے کا کام کرتے تھے، ان سے پہلے یہ خدمت حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد تھی۔ حضرت حنظلہؓ بن الربیع خطوط کے جوابات لکھنے پر مامور تھے۔ حضرت عبد اللہ بن سعدؓ، حضرت شرجیل، حضرت زیادؓ بن سعیدؓ، حضرت علاءؓ ابن المحضرمیؓ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ بھی آپ ﷺ کے کاتبوں میں شامل تھے۔ حضرت عامرؓ بن فہیرہؓ، حضرت ثابتؓ بن قیسؓ، حضرت یزید بن ابوسفیانؓ، حضرت خالدؓ بن ولیدؓ، حضرت عبد اللہ بن

رواحہؓ، حضرت محمدؐ بن سلمہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عبداللہؓ وغیرہ بھی کاتبان وحی ہونے کے علاوہ کتابت و تحریر کا کام سرانجام دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ کاتبان وحی کی کل تعداد تینتالیس (43) تھی۔

اہل عرب "اُمی" ہونے کے باوجود قوت حافظہ میں تمام اقوام عالم پر فوقیت رکھتے تھے۔ ان کے سینے میں قومی واقعات اور قبائلی انساب کے خزانے تھے۔ وہ لوگ سینکڑوں اشعار کا قصیدہ ایک بار سن لیتے تو پورا قصیدہ ان کے دماغ پر نقش ہو جاتا تھا، ان کی فقید المثال قوت حافظہ پر تاریخ عرب شاہد ہے۔

"اُمی" ہونے کی وجہ سے ان کی ہر شنید کو باقی اور محفوظ رکھنے کا دار و مدار صرف حافظے پر تھا۔ ان کی اس جبلی اور فطری قوت کو اسلام نے جلا بخشی اور ان امی عربوں کو تعلیم قرآن پاک کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ صحابہ کرامؓ میں ذوق تعلیم اس قدر جو بن پر تھا کہ دنیاوی کاموں کے باوجود قرآن مجید کی تعلیم کیلئے اپنے اوقات مقرر کر رکھے تھے، دس ہزار صحابہ کرامؓ حافظ قرآن مجید دور اول میں پائے جاتے تھے، ان میں سینتیس (37) حفاظ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

درج بالا بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضور ﷺ نے مسلمانوں پر علم و فنون کے دروازے کھول دیئے، یوں مسلمان مختصر سے عرصے میں پوری دنیا کے علوم و فنون پر چھا گئے اور مسلسل کئی صدیوں تک عملی میدانوں کے سپہ سالار رہے۔ بدقسمتی سے جب امت نے دین کی تعلیمات سے منہ موڑا تو ترقی کے میدانوں میں بھی پسپائی مقدر بن گئی۔ آج بھی اگر ہم نے ترقی کی منازل کو پانا ہے تو سیرت رسول ﷺ کی پیروی کے بغیر یہ ناممکن ہے۔

ہماری زندگی اور تین اصول

تین باتوں کو کبھی چھوٹا نہ سمجھیں:	مرض، قرض اور فرض
تین چیزوں کو کبھی نہ ٹھکرائیں:	مشورہ، دعوت اور ہدیہ
تین چیزوں کو اپنالیں:	صبر، شکر اور رزق حلال
تین چیزیں حاصل کریں:	علم، اخلاق اور مہارت
تین چیزیں کبھی واپس نہیں آتیں:	زندگی، جوانی اور وقت

پاکستانیات

بسنت تھوار کی حقیقت

مولانا لقمان احمد

پنجاب حکومت کے حوالے سے حالیہ اسمبلی اجلاس پر آج کل زور وشور سے بحث چل رہی ہے اور بسنت کے بارے میں پنجاب حکومت یہ فیصلہ کرنا چاہتی ہے کہ بسنت پر عائد شدہ پابندی ہٹادی جائے۔اس کی تائید میں اکثر وزراء کے بیانات اخبارات کی زینت بن رہے ہیں۔کوئی اس کو اپنی عید تصور کرتا ہے،تو کوئی اس کو خوشی کا موقع اور کوئی اپنے تہوار کا حصہ بتارہے ہیں۔بہر حال اسلامی نقطہ نظر سے اس کی حیثیت کیا ہے،بسنت منانی چاہیے یا نہیں؟ جہاں تک بسنت کی حقیقت اور اصلیت کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ بسنت بنیادی طور پر سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے ''بہار'' بسنت فروری کے مہینے میں آتا ہے۔ہندوں کی کتاب ''وید''میں لکھا ہے کہ یہ ''سرسوتی دیوی'' کا دن ہے۔ اسی دن ''سرسوتی دیوی'' کی پوجا کی جاتی ہے۔بسنت اکثر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں زور وشور کے ساتھ منایا جاتا ہے اور اس کے لیے یہ ایک تاویل کی جاتی ہے کہ سردیوں کا موسم ختم ہورہا ہے لوگ جو سردیوں کی وجہ سے اپنے گھروں میں بند تھے،درجہ حرارت مناسب ہونے پر گھروں سے باہر نکلتے ہیں اور اپنے مزاج اور اپنی انکھوں پر چھائی ہوئی بدمزگی اور بے رنگی کو دور کرنے کے لیے تیز رنگوں والے کپڑے پہن کر باہر گھومتے ہیں اور اپنے شوق کو دوبالہ کرنے کے لیے پتنگ بازی کرتے ہیں۔بسنت کے بارے میں ایک سکھ مورخ بی- ایس نجار اپنی کتاب(Punjab under the late Mughal)میں لکھتا ہے کہ ''بسنت ہندوں اور سکھوں کا مشترکہ تہوار ہے''اسی طرح ڈاکٹر بی- ایس نجار کہتا ہے کہ ''پنجاب کا بسنت میلہ'' ''حقیقت رائے'' کی یاد میں منایا جاتا ہے ''حقیقت رائے'' کی ایک الگ داستان ہے۔ایک ہندو لڑکا جس کا نام ''حقیقت رائے'' تھا نبی ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کی شان میں لغو اور نازیبا الفاظ استعمال کئے۔اس جرم پر ''حقیقت رائے'' کو گرفتار کرکے عدالتی کاروائی کے بعد سزائے موت دی گئی،اس پر ہندوں کو کافی دھچکا لگا اور ہندوں نے ''حقیقت رائے'' کی یاد قائم رکھنے کے لیے

ایک "مڈھی" تیار کی۔ جو (کوٹ خواجہ کھوجے شاہی) لاہور میں واقع ہے۔ اب یہ جگہ "باوے دی مڈھی" کے نام سے موجود ہے۔ اس جگہ کے ایک ہندو رئیس "کالورام" نے "حقیقت رائے" کے دن کو ایک میلے کی شکل دی اور ہر سال بہار کے موسم میں وہاں بسنت میلہ ہوتا ہے جس میں مختلف شغلوں کے ساتھ ساتھ پتنگ بازی بھی کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ مقام عبرت ہے کہ کہیں ہم بے علمی میں گستاخ رسول ﷺ کی یاد کا اظہار تو نہیں کر رہے ہیں۔ اور کہی ہندوؤں کے ساتھ شریک تو نہیں ہو رہے ہیں۔ مشہور شاعر "نظیر اکبر آبادی" نے اپنی کتاب "کلیات نظیر آکبر آبادی" میں "تقریبات ہنود" کے عنوان سے بسنت کے موضوع پر لکھتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ "بسنت ایک ہندو انہ رسم ہے"۔ اسلامی تاریخ کے نامور معروف محقق "علامہ ابو ریحان البیرونی" اپنی کتاب "کتاب ہند" میں ہندوؤں کے تہواروں کا تذکرہ کرتے ہوئے بسنت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بسنت ہندوؤں کا دن ہے" مزید رقم طراز ہے کہ "اسی دن ہندوں عید مناتے ہیں، برہمنوں کو کھلایا جاتا ہے، دیوتاؤں پر نذرانے چڑھائے جاتے ہیں"۔

انڈیا کی انتہا پسند تحریک "شیو سینا" کے سربراہ "بال ٹھاکرے" نے ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ "لاہور میں بسنت ہندو مذہب کی عظیم کامیابی ہے" ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بسنت ایک غیر اسلامی تہوار ہے اور ہندوں مذہب کے شعائر میں سے ہے۔ وہ اس دن کی خوشی منانے کو عبادت کی طرح مانتے ہیں۔ کیونکہ اسی دن "سرسوتی دیوئی" کی پوجا کی جاتی ہے برہمنوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، دیوتاؤں کی نذر منائی جاتی ہے اور خوشی منانے کے لئے پتنگ بازی کی جاتی ہے۔ لہٰذا مسلمان کو اس قسم کے غیروں کے تہواروں سے گریز کرنا چاہیے۔ بعض لوگوں اس کو عید کہتے ہیں جبکہ اسلامی میں صرف دو عیدیں ہیں اس کے علاوہ کوئی عید نہیں۔ اور بعضوں کا یہ خیال کہ ہم بسنت کے موقع پر صرف پتنگ بازی کرتے ہیں، کوئی تہوار نہیں مناتے۔ تب بھی ظاہر بات ہے کہ پتنگ بازی کے بہت سے نقصانات ہیں جو اظہر من الشمس ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی اس لغو فعل سے اجتناب ضروری ہے۔

سیاسیات

سیکولرازم کی ایک جھلک

مفتی ذاکر حسن نعمانی

سیکولرازم کا معنی ہے دنیویت، جس کا اثر ہے لادینیت۔ دینی احکام سے آزاد آدمی کو سیکولر (Secular) کہتے ہیں۔ اس دور کا سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ سیکولرازم ہے کیونکہ اس کا آخری نتیجہ مذہب سے مکمل آزادی اور بے زاری ہے۔ سیکولرازم کوئی ایسا مذہب اور مسلک نہیں کہ جو کوئی اس سے متاثر ہو جائے، تو یکدم کافر بن جائے، بلکہ اس کے بے شمار درجے ہیں۔ مسلمان ہوتے ہوئے بھی آدمی سیکولرازم کا شکار ہو سکتا ہے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کی اکثریت سیکولرازم سے کسی نہ کسی درجہ میں متاثر ہے، بلکہ مبتلا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے سیکولرازم کو ایک اور انداز میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ انسان کو آخرت کی سعادت سے محروم کرنے والے تین حجاب ہیں۔

ان میں سے ایک حجاب (پردہ) حجاب الدنیا ہے، یعنی دنیا کی محبت کی وجہ سے اس میں جب آدمی گھس جاتا ہے تو آخرت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے، انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حجاب دنیا میں بڑے بڑے عقل مند پھنستے ہیں، کامل عقل والے بیدار لوگ ہوتے ہیں، ہر وقت طبیعت کے تقاضوں میں مبتلا نہیں رہتے وہ فرصت کے کچھ لمحات نکال لیتے ہیں جن میں نفس کے تقاضے تھم جاتے ہیں۔ ان کے دل میں نفسانی تقاضوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے، ان کے دل میں قوت عاقلہ اور قوت عاملہ کے مناسب حال علوم و کمالات کی تحصیل کا شوق بھی انگڑائیاں لیتا ہے اور وہ اس کو ضروری سمجھتے ہیں، مگر یہ لوگ جب بصیرت کی آنکھ کھولتے اور ہوش سنبھالتے ہیں تو سب سے پہلے ان کی نگاہ ماحول پر پڑتی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے پاس شاندار کوٹھیاں ہیں، بہترین کاروبار ہیں، خوبصورت بیویاں اور خوش گل اولاد ہے، شاندار پوشاک اور لباس ہے، عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہیں، اور فصاحتوں اور صنعتوں و حرفت میں مقابلہ بازیاں کرتے ہیں، تو یہ چیزیں اس کو بے حد پسند آجاتی ہیں اور وہ اس کے دلدادہ ہو جاتے ہیں اور عزم و ہمت اور کامل توجہ سے وہ دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی قوم کے ساتھ دنیا کی دوڑ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ حجاب دنیا ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ)

سیکولرازم (دنیویت) کے اس خطرناک فتنہ سے قرآن وحدیث نے بڑے واضح انداز سے آگاہ کیا ہے صرف دو آیات پر اکتفا کرتا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَأْوٰھُمْ جَھَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِھَادُ۔

(سورۃ آل عمران:۱۹۶،۱۹۷)

(اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا (حظوظ دنیا کے لیے) شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے (کہ اس حالت کی کچھ وقعت کرنے لگے یہ) چند روزہ بہار ہے (کیونکہ مرتے ہی اس کا نام ونشان بھی نہ رہے گا، پھر (انجام یہ ہوگا کہ) ان کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لیے) دوزخ ہوگا اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے۔ (بیان القرآن)

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے اس عیش وآرام کی طرف حرصاً (لالچ) حزناً (رنج وغم) یا غیظاً (غصہ) التفات نہ کرو، کیونکہ ان کا انجام ہمیشہ جہنم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے: وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف (ایسی چیز ہے جیسے) دھوکہ کا سودا (ہوتا) ہے۔ جس کی ظاہری آب وتاب کو دیکھ کر خریدار پھنس جاتا ہے، بعد چندے اس کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی چمک دھمک سے دھوکہ کھا کر آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ (بیان القرآن)

دنیا برائے آخرت:

دنیا ہماری ضرورت ہے، اس کے بغیر جینا مشکل ہے، اس کی ہر شی آخرت کے لیے معاون ہے، دنیا کی ہر چیز سے آخرت کا تعاون حاصل کرنا چاہیے، لیکن سیکولرازم والوں نے دنیا کو مقصود بنالیا ہے، یعنی دنیا برائے دنیا حالانکہ دنیا برائے آخرت تھی۔

سیکولرازم کے اثرات:

ہماری انفرادی اور اجتماعی سوچ وفکر اور زندگی روز بروز سیکولر ہوتی چلی جارہی ہے۔

(۱) نئی نئی بستیاں بہترین نقشوں کے ساتھ بن رہی ہیں۔ لیکن سڑکوں اور گھروں کے نقشے قبلہ رُخ نہیں ہوتے، کیونکہ ماسٹر پلان میں قبلہ کی رعایت نہیں ہوتی۔ گھروں میں نماز پڑھنے کے لیے قبلہ کا صحیح رُخ متعین کرنا مشکل

ہوتا ہے۔ مسجد سے باہر جو لوگ کھلے پارک، چمن یا کسی سڑک کے کنارے پر نماز پڑھتے ہیں تو ان کو قبلہ معلوم نہیں ہوتا۔ نہ ان کے لیے کوئی قبلہ درست کر سکتا ہے، سب اپنے اندازے سے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے ہیں، ایسی قبلہ سٹی بنانے میں کیا مشکل ہے۔ مشکلات یا حرج نہیں صرف سوچ دینی نہیں، بلکہ دنیوی (سیکولر) سوچ ہے۔

(۲) لوگ بڑے بڑے گھر بناتے ہیں، جن میں معاشرتی تمام ضروریات کی رعایت ہوتی ہے، لیکن گھر میں قبلہ رُخ مصلی نہیں بناتے۔ وضو اور استنجا کے لیے جگہ نہیں بناتے، مرکب بیت الخلاء بناتے ہیں، پاخانہ، غسل خانہ، اور وضو خانہ ایک ہی ہوتا ہے، اور پھر واش بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر وضو کرتے ہیں، استنجاء، وضو، غسل اور پاخانہ میں اسلامی آداب کی رعایت مشکل ہوتی ہے، تمام مسلمانوں کو چاہیے اور خاص کر جو بڑی بڑی کوٹھیاں بناتے ہیں انہیں چاہیے کہ نقشوں میں اسلامی سوچ کو شامل کریں۔

(۳) اکثر سرکاری تعمیرات میں مساجد کا تصور نہیں، الگ مسجد نہیں بناتے، اسی تعمیر میں کسی کمرہ کو مصلی بنا دیتے ہیں جو قبلہ رُخ بھی نہیں ہوتا، اس لیے کہ آبادی قبلہ رُخ نہیں ہوتی تو اس کمرے میں ٹیڑھی ٹیڑھی صفیں بچھا دی جاتی ہیں، ان تمام تعمیرات میں مسجد کو ضرورت ہی نہیں سمجھتے، اس لیے کہ سوچ اسلامی نہیں بلکہ سیکولر ہے۔ مسجد کا اضافی خرچہ کون برداشت کرے، مسجد کے لیے فنڈ مختص نہیں کرتے۔

(۴) ریل گاڑی میں نماز اور وضو کی پوری سہولت نہیں ہوتی، کوئی سیٹ پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، کوئی تیمم کرتا ہے وہ بھی اس چادر پر جس میں گرد کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ حکومت کو چاہیے کہ ریل میں نماز کی پوری سہولت مہیا کرے، نماز کے اوقات سے مقامی وقت کے لحاظ سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔ قبلہ کی تعین میں مسافروں کا تعاون کرنا چاہیے۔ سنا ہے کہ اب بعض ریل گاڑیوں میں یہ سہولت موجود ہے۔ ریل اور اس کا نظام انگریزوں کا بنایا ہوا ہے۔ جب ملک اسلامی ہے تو سوچ بھی ہر چیز میں اسلامی ہونی چاہیے۔ غیر اسلامی ممالک میں بھی سوچ اسلامی ہو، سیکولر نہ ہو تو کام چل جاتا ہے۔

(۵) بعض ہوائی جہازوں میں اب نماز کی سہولت موجود ہے لیکن بعض میں اب بھی نہیں۔ بیت الخلائیں انتہائی تنگ ہوتی ہیں، وضو اور پاخانہ انتہائی مشکل ہوتا ہے، انگلش اسٹائل پاخانہ ہوتا ہے، پھر اس کے استعمال کا طریقہ بھی اکثر مسافر نہیں جانتے۔ ہوائی کمپنیوں کو چاہیے کہ ہوائی جہاز ڈیمانڈ کے ساتھ ایسے بنائیں جن میں اسلامی اور مذہبی ضروریات کی رعایت ہو تاکہ نماز، وضو آسانی سے ہو سکے۔ پاخانہ میں اسلامی آداب کی رعایت ہو۔ حال ہی میں شاہین ائیر لائن میں عمرہ کا سفر ہوا۔ واپسی پر ایک صاحب نے ہوائی جہاز میں صبح کی آذان دی۔ عملہ کا ایک فرد آیا اس نے

مؤذن کو مہذب انداز میں منع کیا، آپ نے ایسا کیوں کیا۔ ہوائی جہاز کے لاؤڈ سپیکر میں اعلان ہوا کہ بیت الخلاء میں وضو نہیں کرنا، تمام مسافر نماز تیمم کے ساتھ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ کر پڑھو۔ عملہ والوں کو ان مسائل کا علم ہی نہیں تھا کہ تیمم کیسے کریں، بیٹھ کر نماز کیسے پڑھیں، بغیر قبلہ کے تعین کے نماز کیسے ہوتی ہے، بہر حال میں نے عملہ کے اس فرد کے ساتھ دینی حوالہ سے کچھ باتیں کیں، وہ نہیں مانا اور کہنے لگا، یہ ہماری کمپنی کی پالیسی کے خلاف ہے، جب کھانا کھلانے کا وقت آیا تو میں نے انکار کر دیا جس جہاز میں نماز کی سہولت نہیں میں ان کا کھانا نہیں کھاتا اور عملہ کے اس فرد سے کہا کہ آپ کی ائرلائن میں ان شاء اللہ آئندہ سفر نہیں کروں گا۔ لوگوں کو بھی منع کر دوں گا اور آپ کے خلاف اخبارات اور دینی رسائل میں مضمون بھی لکھوں گا۔

تھوڑی دیر بعد عملہ کا وہ فرد میرے پاس آیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گیا کہا کہ بیت الخلاء میں وضو کر کے اعضاء خشک کر لیں تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے، باہر میرا انتظار کرتا رہا۔ پھر مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور قبلہ رخ جائے نماز بچھائی اور کہا کہ صبح کا وقت ہو چکا ہے نماز پڑھ لو۔ صرف میں نے اسلامی احکامات کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ایک کپ کالی چائے پی لی۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ کو چاہیے کہ نماز کا مقامی وقت، قبلہ کا تعین، نماز اور وضو کی سہولت لوگوں کو مہیا کریں، یہ اسلامی ملک ہے اور مسافر مسلمان ہیں، نیکی کے کام میں تعاون کرو، آپ الٹا مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ بعض مسافر بھی عملہ کے اس فرد کے ہم خیال بن کر تائید کرنے لگے ان کو تو میں نے سمجھا کر بیٹھا دیا۔ بہر حال یہ سب کچھ غیر اسلامی اور سیکولر سوچ کا نتیجہ ہے۔

(۶) اب آیئے ذرا مسلم ممالک کی سوچ کی طرف، کفار کی طرح ان کی مجموعی سوچ بھی سیکولر ہے۔ پورا بجٹ دیناوی امور کے لیے مختص ہوتا ہے، حالانکہ فنڈ کا کچھ حصہ بقدر ضرورت ضروری دینی امور کے لیے مختص ہونا چاہیے۔ عجیب بات ہے، ملک اسلامی ہے، سربراہ مسلمان ہوتا ہے، اداروں کے چلانے والے مسلمان ہوتے ہیں لیکن سوچ اور سب کام سیکولر ہوتے ہیں، ان حضرات نے تعلیم بھی سیکولر اداروں میں حاصل کی ہوتی ہے۔

ممکن ہے کسی کے ذہن میں سوال ہو کہ ہمارے تعلیمی ادارے کیوں سیکولر ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نصاب تعلیم میں دینی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا فقدان ہے۔ پڑھانے والوں کی سوچ مکمل اسلامی نہیں ہوتی، وہ سمجھتا ہے کہ میں صرف فن پڑھاتا ہوں، حالانکہ ہر قسم کی فنی تعلیم کے ساتھ اسلامی تعلیم و تربیت خاص کر اخلاق کے حوالے سے ضروری ہے۔ ان اداروں سے فارغ التحصیل جب کسی عہدہ پر فائز ہو کر کام کرتا ہے تو تمام کاموں میں

اسلامی امور کی رعایت نہیں کرتا۔ اس کا خیال ہوتا ہے کہ شاید اسلامی رہنمائی کا تعلق صرف عبادات کے ساتھ ہے، تجارت، حکومت، سیاست اور عدالت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ ادارے سیکولر بن گئے ہیں۔ ان اداروں میں جب کوئی اسلامائزیشن کا نام لیتا ہے تو ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں کہ یہ کہاں کی مصیبت آگئی۔ حالانکہ اسلامی امور کی جہاں بھی رعایت رکھی جائے وہاں راحت ہوتی ہے۔ سیکولرازم کی وجہ سے لوگ مال وجاہ کے مرض میں مبتلاء ہوگئے ہیں۔ ہمارے ملک کا ایک لیڈر جو مستقبل میں وزیر اعظم بننے کے خواب دیکھتا ہے کہتا ہے کہ الحمدللہ میں آزاد مسلمان ہوں حالانکہ مسلمان قیدی کی طرح اسلامی احکامات کا پابند ہے آزادی اور پابندی میں تو تضاد ہے۔

سیکولر سوچ سے بچنے کے لیے ہر بچے کو اقبال سمجھ کر ابتداء سے کسی مولوی میر حسن کے حوالہ کرنا چاہیے۔ علامہ اقبال کفار کی اعلیٰ یونیورسٹیوں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا لیکن سیکولر نہیں تھا۔ وجہ یہ ہے کہ ابتداء سے اس کو مولوی میر حسن جیسا عالم ملا تھا جس سے اقبال متاثر تھا اور اسی کا تذکرہ ہر جگہ کیا کرتا تھا۔

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک سیکولرازم سے بچنے کا طریقہ:

پہلا طریقہ: فرماتے ہیں کہ تمام دنیوی معاملات کے ساتھ ذکر الٰہی شامل کر دیا جائے یا باقاعدہ دعائیں یاد کرائی جائیں کہ صبح وشام میں، کھانے سے پہلے، اور بعد میں، بیت الخلاء جاتے وقت اور نکلتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت، سوتے اور جاگتے وقت یہ دعائیں پڑھائی جائیں۔ معاملات کے لیے شرعی حدود وقیود کی پابندی کرائی جائے، یعنی جائز وناجائز کا خیال رکھا جائے، اس طرح دنیا کی ہر چیز عبادت بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کو کسی وقت بھی نہیں بھولے گا، اور دنیا میں انہماک کی برائیوں سے بچ جائے گا۔

دوسرا طریقہ: لوگ رضامند ہوں یا نہ ہوں تمام عبادات کو ضروری قرار دیا جائے، ان کے ترک پر ملامت اور سزا کا کوئی مناسب قانون بنایا جائے، ان تدبیروں سے دنیویت (سیکولرازم) کی برائی اور اثرات ختم ہو جائیں گے۔ اس طرح دنیا، دنیا نہیں رہے گی، بلکہ دین بن جائے گی۔ مسلمان کی ایسی زندگی کفار کو متاثر کرے گی۔ ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اور عظمت پیدا ہوگی۔ یا بہ الفاظ دیگر ایسا مسلمان حال وکردار کا مبلغ بن جائے گا صرف قال اور گفتار کا مسلمان اور مبلغ نہیں رہے گا۔

اخبار احوال

جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں

مولانا عابد علی

جامعہ تبلیغ القرآن للبنین

سیرت کانفرنس

- 20 نومبر بروز منگل جامعہ کے زیر انتظام دوسری سالانہ سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب (سرگودھا والے) اور حضرت مفتی صاحب نے سیرت کے موضوع پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ کانفرنس میں سیکڑوں کی تعداد میں عوام و خواص اور خواتین نے شرکت کی۔
- 21 نومبر بروز بدھ تلہ گنگ پنجاب میں سیرت کانفرنس کے سلسلہ میں علامہ عطاء اللہ بندیالوی کے ساتھ حضرت مفتی صاحب بھی تشریف لے گئے اور تلہ گنگ میں سیرت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

تخصص فی الحدیث محاضرہ:

- دسمبر: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب نے "منہج المحدثین" کے عنوان سے تخصص فی علوم الحدیث کے طلباء کو تفصیلی محاضرہ پیش کیا۔

تصنیف و تالیف کورس "ہفتہ وار" دوماہ کورس

- دسمبر: علماء و سکالرز کے لیے تصنیف و تالیف کورس "ہفتہ وار" دوماہ کورس کا انعقاد کیا جس میں مضمون نگاری، مقالہ نگاری وغیرہ کے لیکچرز ہوئے اور عملی مشق کا اجراء بھی ہوا۔ تدریسی خدمات مفتی کریم اختر اور کزئی صاحب سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ میں مہمانوں کی آمد:

- قاری عبد الرشید اور مفتی عبد الکریم (جھنڈے مردان) جامعہ وزٹ اور حضرت مفتی صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔
- 17 نومبر: دار القرآن پنج پیر کے ناظم مولانا صابر اور مفتی اکمل صاحب جامعہ وزٹ اور مفتی صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب نے انہیں جامعہ تبلیغ القرآن اور دیگر اداروں کا تفصیلی وزٹ کرایا۔
- 29 نومبر: بیت السلام اسلامک یونیورسٹی تلہ گنگ کے عصری تعلیم کے نگران مولانا حامد الرحمٰن صاحب جامعہ وزٹ کے لیے تشریف لائے۔
- لوئے سم باجوڑ کے بزرگ عالم دین جامعہ وزٹ اور حضرت مفتی صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔
- 11 دسمبر: دار القرآء نمک منڈی کے نائب مہتمم قاری احمد علی صاحب جامعہ تشریف لائے اور جامعہ اور دیگر شعبوں کا وزٹ کیا اور مختلف تعلیمی اور انتظامی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔
- 11 دسمبر: مولانا میر افضل صاحب (بونیر مہتمم صاحب) حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے لیے جامعہ تشریف لائے۔
- 16 دسمبر: جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے مہتمم مولانا اشرف علی صاحب (جانشینِ شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ) جامعہ تشریف لائے اور تفصیلی وزٹ کرکے جامعہ کی کاوشوں کو سراہا۔
- گرینڈ میٹنگ: 30 دسمبر: ادارہ تبلیغ القرآن فاؤنڈیشن کی سطح پر تمام ذیلی اداروں اور شعبہ جات کا سالانہ گرینڈ میٹنگ اجلاس ہوا جس میں تمام ذمہ داران نے شرکت کی پچھلے سال کی مکمل رپورٹ اور آئندہ سال 2019 کے لیے ایک جامع لائحہ عمل پیش کیا گیا۔

جامعہ تبلیغ القرآن للبنات

اصلاحی بیانات:

- یکم نومبر: کو اصلاحی بیان ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں طالبات وخواتین نے شرکت کی۔ اصلاح نفس کے موضوع ایک خاتون عالمہ نے بیان کیا۔
- 2دسمبر: عقیدہ توحید اور رد شرک کے موضوع پر امیر اعلیٰ مولانا حشمت علی صافی نے بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔
- 14دسمبر: خواتین کا اصلاحی بیان انجینئر محمد بلال نے "کامیابی کا معیار" کے موضوع پر کیا جس میں خواتین کثیر تعداد میں شریک ہوئیں۔

خادم خواتین ونگ شوریٰ:

7نومبر: کو خادم شوریٰ ہوئی جس میں دستکاری نمائش کے حوالے سے اراکین کے ساتھ گفتگو کی گئی اور سب سٹالز کے ذمہ داروں سے انکی ذمہ داری کے بارے میں بات کی گئی کہ وہ اپنے ساتھ کام کرنے والے اراکین کی فہرست بنائیں تاکہ کام آگے بڑھایا جاسکے۔

خادم خواتین ونگ دستکاری نمائش:

25نومبر: کو خادم دستکاری نمائش برائے خواتین کا انعقاد کیا گیا جس میں کافی زیادہ تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔ آنے والے مہمانوں نے اراکین کی محنت کو سراہا اور اپنے اچھے خیالات کا اظہار کیا۔

امتحانات برائے فاضلات:

9دسمبر: کو فاضلہ دینیات کے دو پیپرز کا امتحان لیا گیا۔ امتحانات کا دورانیہ 9 سے 14 تاریخ پر مشتمل رہا۔

امتحانات برائے اطفال:

8دسمبر: کو تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کے تحت اطفال کا امتحان لیا گیا۔ امتحان کا دورانیہ 8-9 تاریخوں پر مشتمل رہا۔

ختم درس قرآن:

6 دسمبر: بنات مدرسے کی ایک کلاس کا قرآن ترجمہ مکمل ہوا۔ آخری سورتوں کا درس اور دعاء مدرسہ کی سرپرستہ باجی نے کیا۔

شعبہ اطفال (خواتین) سالانہ بزم:

23 دسمبر: بروز اتوار شعبہ اطفال کا سالانہ بزم منعقد ہوا جس میں تمام بچوں کے والدین نے شرکت کی۔

فاضلہ دینیات 3 سالہ کورس اختتام:

29 دسمبر: کو فاضلہ دینیات کا سالانہ کورس اختتام پذیر ہوا جس میں حضرت مفتی محمد ایاز صاحب نے اختتامی کلمات اور دعا کی پروگرام میں طالبات اور ان کی والدات نے شرکت کی۔

درس نظامی للبنات یوم سرپرستان:

16 دسمبر: درس نظامی کی طالبات کا یوم سرپرستان منعقد ہوا، تقریب میں چار ماہی امتحان میں پوزیشن لینے والی طالبات کو انعامات دیے گئے اسی تقریب میں طالبات کی والدات نے شرکت کی۔

درس نظامی

اجتماعی بزم ادب:

4 نومبر: طلبہ وطالبات کے لیے الگ الگ اجتماعی بزم ادب کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں کثیر طلبہ وطالبات نے اپنی تقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے مختلف موضوعات پر اظہار خیال کیا۔

درس نظامی اساتذہ میٹنگ:

15 نومبر: بروز جمعرات حضرت مفتی صاحب اور ناظم تعلیمات مولانا جعفر خان صاحب نے درس نظامی اساتذہ کے ساتھ میٹنگ کی جس میں چار ماہی امتحان کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔

چار ماہی امتحان:

17 نومبر: طلبہ وطالبات کے تعلیمی معیار کو جانچنے کے لیے حسب معمول چار ماہی امتحان منعقد ہوا جو ایک ہفتہ جاری رہا۔ امتحان کے بعد ایک ہفتہ چھٹی دی گئی۔ نمایاں پوزیشن لینے والے طلبہ وطالبات میں انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔

سپورٹس ڈے:

6 دسمبر: طلبہ کی ذہنی نشو ونما اور تفریح کے لیے حسب سابق سپورٹس ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ نے مختلف کھیل: کرکٹ، فٹ بال، ٹینس اور والی بال میں حصہ لیا۔

یوم سرپرستان:

16 دسمبر: معمول کے مطابق اس سال بھی 8 دسمبر بروز اتوار تقسیم انعامات اور یوم سرپرستان کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ و طالبات کے والدین کو مدعو کیا گیا تھا۔ پروگرام میں طلبہ و طالبات نے اپنے مہارتوں کو تقریر، نعت، نظم اور ادبی خاکہ کی شکل میں پیش کیا۔ بعد میں تقسیم انعامات کا سلسلہ چلتا رہے اور آخر میں حضرت مفتی صاحب نے سرپرستوں کو موقع کے مناسبت سے خطاب کیا اور مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔

اساتذہ میٹنگ:

حضرت مفتی صاحب کی نگرانی میں تمام اساتذہ کے ساتھ رواں سال کے اسباق اور سلیبس کے بارے میں میٹنگ ہوئی جس میں تمام اسباق کا جائزہ لیا گیا اور پڑھائی کے مقدار میں کمی وزیادتی کو مد نظر رکھتے ہوئے اسباق کو مزید بہتر اور اسباق کو بروقت ختم کرنے کے لیے پالیسی وضع کی گئی۔

تقابل ادیان کورس:

27 دسمبر: طلبہ وطالبات کے لیے حسب سابق ہفتہ وار تقابل ادیان کلاسز کا انعقاد کیا گیا۔ درس کے فرائض ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی صاحب نے انجام دیے۔

سالانہ رپورٹ تیاری:

درس نظامی کے تعلیمی سال نمبر 14 کی کارگردگی رپورٹ تیار کی گئی اور متعلقہ ذمہ داران کو پیش کی گئی۔

مختلف سرگرمیاں

دعوت ولیمہ میں شرکت:

- یکم نومبر: حمد اللہ بھائی کی دعوت پر خٹکو پل میں شادی اور نکاح میں حضرت مفتی صاحب نے بیان فرمایا۔
- 3 نومبر :بروز ہفتہ جامعہ کے ساتھی جناب عرفان اللہ بن اکرم اللہ لاکا نکاح پڑھانے حضرت مفتی صاحب نے شرکت کی۔
- 4 نومبر :بروز اتوار قاری شاہ فیصل (ناظم طلبہ توحید و سنت ضلع چارسدہ)اور بعد مولانا شبیر صاحب ترناب کے دعوت ولیمہ میں حضرت مفتی صاحب نے شرکت کی۔ مفتی صاحب کے ساتھ مولانا لقمان احمد اور مولانا احتشام الحق بھی شریک تھے۔
- جامعہ کے ساتھی جناب عادل شاہ (انچارج شعبہ مالیات) اور ان کے بھائی آصف شاہ کے شادی کی تقریب میں جناب مفتی صاحب اور تنظیم کے دیگر ساتھیوں نے شرکت کی۔
- 18 نومبر: جامعہ کے طالب علم قاری یعقوب کے بھائی کے ولیمہ میں حضرت مفتی صاحب نے شرکت کی۔ مفتی صاحب کے ساتھ مولانا عابد علی ، مولانا جعفر خان صاحب اور دیگر مدرسین بھی شریک تھے۔

ختم قرآن تقریبات میں شرکت:

- 15 نومبر پلوسئ میں ختم قرآن کی تقریب میں حضرت مفتی صاحب نے شرکت کی۔
- 16 نومبر بروز جمعہ افغان کالونی میں مولانا مجاہد صاحب کی دعوت پر مسجد توحید کی افتتاحی تقریب میں مفتی صاحب نے بیان کیا۔
- 2 دسمبر مولانا رحمت گل صاحب کی دعوت پر بازی خیل کوہاٹ روڈ پر حفظ قرآن کے اختتامی پروگرام میں حضرت مفتی صاحب نے بیان کیا۔

- 10 دسمبر: جامع مسجد امیر معاویہ (جامعہ تبلیغ القرآن) کے پیش امام قاری برہان الدین صاحب نے روزانہ جہری نمازوں میں قرآن کریم کی تلاوت مکمل کی۔ آخر میں حضرت مفتی صاحب نے اختتامی دعا فرمائی۔
- یکم دسمبر: مفتی مجتبیٰ عامر صاحب کی ملاقات کے لیے حضرت مفتی صاحب غلنئی جیل تشریف لے گئے۔

تعزیت میں شرکت:

- عادل شاہ (انچارج شعبہ مالیات) کی پھوپھی کی تعزیت کے لیے حضرت مفتی صاحب اور دیگر اہم ساتھی تشریف لے گئے۔
- حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عمر صاحبؒ کی تعزیت کے لیے حضرت مفتی صاحب، مولانا ڈاکٹر حشمت علی صاحب اور مولانا جعفر صاحب تشریف لے گئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب جامعہ کے سرپرستوں میں سے تھے اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو اجر سے نوازے۔
- 30 نومبر: میاں گجر میں حاجی گوہر کے ماموں کی تعزیت کے لیے حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب تشریف لے گئے۔

شیخ غلام حبیب صاحب عیادت:

19 دسمبر: حضرت مولانا شیخ غلام حبیب صاحب کی عیادت کے لیے حضرت مفتی صاحب ویسہ اٹک تشریف لے گئے۔

میانوالی تنظیمی کنونشن میں شرکت:

- 23 دسمبر: میانوالی واں بھچراں میں اشاعت التوحید والسنۃ کے تنظیمی کنونشن میں مولانا یحییٰ اور مولانا غلام عباس کی دعوت پر حضرت مفتی صاحب تربیتی بیان کے لیے تشریف لیے گئے۔

مفتی صاحب کے ساتھ مولانا لقمان احمد، جناب فیاض صاحب، جناب سلمان صافی اور جناب عادل شاہ صاحب شریک تھے۔

جامعہ کے اہم ذمہ داران کے لیے "وژن اور پلاننگ" کے موضوع پر ایک اہم سیمینار ہوا جس کے لیکچرار ڈاکٹر عبداللہ آف چارسدہ تھے۔

جامعہ الرشید فضلاء اجتماع میں شرکت:

- 30 دسمبر: جامعہ الرشید کے فضلاء کے اجتماع میں مفتی محمد حسین خلیل کی دعوت پر جامعہ علوم القرآن حیات آباد میں منعقدہ اجتماع میں حضرت مفتی صاحب مولانا حشمت علی صاحب، مولانا ابن امین اور مولانا عابد علی (متخصص فی الصحافت جامعۃ الرشید) نے شرکت کی۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

- 6 نومبر: کو تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کی تمام مدارس کے ذمہ داران کے ساتھ ایک تفصیلی میٹنگ کی گئی۔ جس میں تین امور پر بات کی گئی۔

(۱) رپورٹ فارم (۲) ریکارڈ درستگی (۳) فنڈ ریزنگ مہم۔

- جناب عمر تاج صاحب نے سوسائٹی کی نگرانی میں نے تمام مکاتب کا دورہ کیا، جس میں تمام مدارس کی سالانہ کارکردگی کے بارے میں بات ہوئی۔ اور آئندہ سال کے لیے تجاویز اکٹھی کی گئیں۔

- تمام مدارس سے طلباء اور طالبات کا ریکارڈ جمع کیا گیا اور سافٹ ویئر میں انٹری کی گئی تاکہ سالانہ ریکارڈ اَپ ڈیٹ کیا جائے۔

شعبہ اطفال

- 22دسمبر: شعبہ اطفال کے اساتذہ کی تربیتی شوریٰ مفتی صاحب کے زیر صدارت اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے تفصیلی نشست ہوئی۔
- 29دسمبر: شعبہ اطفال کے طلباء کا ایک پروقار کوئز مقابلہ ہوا۔ جس میں سوسائٹی کی تمام کلاسوں کے طلبہ نے حصہ لیااور آخر میں کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازگیا۔

تنظیمی سرگرمیاں

سالانہ تنظیمی دورے:

تمام ملحقہ یونٹس میں سالانہ تنظیمی دورے ہوئے جس میں یونٹس کی کارکردگی کا جائزہ لیاگیااور آئندہ سال کے لیے ہدایات دی گئی۔

رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب، نائب رئیس ڈاکٹر مولانا حشمت علی صاحب، جناب شمس الحق اور سلمان صافی نے ان دوروں میں شرکت کی۔

مندجہ ذیل یونٹس کے تنظیمی دورے ہوئے:

1	افغان کالونی	6نومبر2018
2	انیس آباد	9نومبر2018
3	فقیر آباد	13نومبر2018
4	نوے کلے و قاضی کلے	23نومبر2018
5	مہمند آباد	27نومبر2018
6	حسین ٹاؤن	2دسمبر2018
7	خیبر کالونی	15دسمبر2018ء
8	سعید آباد	28دسمبر2018

سالانہ مرکزی تنظیمی کنونشن:

9 دسمبر: کو جامعہ میں یونٹ خیبر کالونی، علیزر کالونی سپلائی پل اور غیر مربوط ارکان کے لیے ایک تربیتی کنونشن کا انعقاد ہوا جس میں حضرت مفتی صاحب اور ڈاکٹر حشمت علی صاحب نے ارکان سے دعوت دین کی اہمیت وضرورت اور طریقہ کار پر تفصیلی گفتگو کی اور تمام اراکین نے کنونشن میں بھرپور شرکت کی۔

جامعہ مشران شوریٰ:

جامعہ میں 14 دسمبر کو شعبہ مشران کا ایک سالانہ شوریٰ اجلاس منعقد کیا گیا جس میں جامعہ مشران نے شرکت کیں۔ ان سے مختلف امور پر حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب کا تبادلہ خیال ہوا۔

دوروزہ تنظیمی کرکٹ ٹورنامنٹ:

18،17 دسمبر: کو شعبہ تنظیم کے یونٹس کے مابین ایک کرکٹ ٹورنامنٹ کا انعقاد ہوا۔ جس کے آخر میں دو ٹیم فائنل میں پہنچیں جس میں انیس آباد یونٹ نے فائنل جیت لیا۔

یونٹ خیبر کالونی ناظم تقرری:

27 دسمبر: خیبر کالونی یونٹ کا اجلاس بلایا گیا جس میں قاری محمد ایاز صافی (ناظم خیبر کالونی یونٹ) ملازمت کی وجہ سے علاقے سے باہر جانے کی وجہ سے تمام ارکان کے متفقہ فیصلے پر جناب یوسف شمشاد صاحب کو ناظم یونٹ جبکہ جناب عبدالرحیم کی نائب ناظم کی حیثیت سے تقرری ہوئی۔

خادم ویلفئیر سوسائٹی

- 13 نومبر: خادم چیئرمین ملک نیاز صاحب کی تقرری میٹنگ جس میں جنرل باڈی، کور کمیٹی ٹیمز عہدیداران اور نئی کابینہ تشکیل دی گئی۔ اور سالانہ دستکاری نمائش کے حوالے سے مشورہ ہوا۔
- العلم اکیڈیمیا سکول 5th کلاس طلباء خادم دفتر میں سٹڈی ٹور پر آئے اور انہیں خادم ویلفیئر سوسائٹی کا تعارف کروایا گیا۔
- 25 دسمبر: خادم گرینڈ میٹنگ ہوئی جس میں کور کمیٹی، جنرل باڈی لسٹ اور ٹیمز عہدیداران نے شرکت کی۔

خادم ووکیشنل سنٹر

سٹاف میٹنگ:

- 27 دسمبر: کو خادم ووکیشنل سنٹر سٹاف کے ساتھ میاں عرفان نے میٹنگ کی۔ جس میں سٹاف کی کارکردگی، نیو کلاسز سلیبس اور آغاز، سنٹر قواعد وضوابط، بوتیک اور سنٹر ڈیکوریشن کے حوالے سے بات چیت ہوئی اور آخر میں سٹاف کو اخلاص اور محنت سے کام کرنے کی ترغیب دی گئی۔

سٹاف ٹریننگ:

- 26 دسمبر: کو ورکرز سٹاف کی بہتری کے لیے ٹریننگ کلاس کا آغاز کر دیا گیا۔

سلائی اور کریشیہ کورسز کے سلیبس میں تبدیلی:

- خادم ووکیشنل سنٹر کی بہتری کے لیے سلیبس میں تبدیلی کی گئی اور کلاسز ڈیوریشن کو کم کر دیا گیا۔

نیو کورسز سلیبس کی تیاری:

- یکم دسمبر: مزید کورسز متعارف کروانے کے لیے کڑھائی، بیوٹیشن، شارٹ کورسز کے سلیبس پر کام کیا گیا۔

بوتیک:

- 25 نومبر: کو خواتین کے لیے خادم بوتیک کا آغاز کیا گیا جس میں ہر طرح کے سوٹ، فراک، کریشیہ کے کام، کڑھائی کے کام اور کاسمیٹکس دستیاب ہوں گے۔

کورسز کا امتحان:

- 28 دسمبر: کو پرانے سٹوڈنٹ سے ٹیسٹ لیے گئے اور نئی کلاسوں کا آغاز کیا گیا۔

العلم اکیڈیمیا سکول یوسف آباد پشاور

نومبر:

- ❖ یکم نومبر کو (PTM) منعقد کی گئی جس میں والدین کو طلباء کی کارکردگی سے اگاہ کیا گیا۔ اور بچوں کی تعلیمی ترقی کے لیے والدین کو مشورے دیئے گئے۔
- ❖ 5-6 نومبر کو زبان دانی کی عملی سرگرمیاں منعقد کی گئیں جس میں طلباء نے بھرپور حصہ لیا۔
- ❖ العلم اکیڈیمیا کے ایڈمن آفس سٹاف کو یک روزہ ٹریننگ دی گئی۔
- ❖ خادم سالانہ دستکاری نمائش کے موقع پر 25 نومبر کو العلم اکیڈیمیا نے سٹال لگایا اور طلباء نے عملی سرگرمیوں سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

دسمبر:

- سکول کی مصروفیات زیادہ ہونے پر ایڈمن سٹاف میں نئے ساتھیوں اور کارکنان کا اضافہ کیا گیا۔
- اساتذہ کی روحانی تربیت کے لیے لیکچرز (Sermons) کا اہتمام کیا گیا جس میں مفتی محمد ایاز صاحب کو دعوت دی گئی۔
- طلباء کی ہم نصابی سرگرمیوں میں شمولیت کے لیے طلباء اور طالبات کو علیحدہ علیحدہ خادم ویلفیئر سوسائٹی اور جامع کے دیگر شعبہ جات کا تعلیمی دورہ کروایا گیا۔
- العلم ایجوکیشن سسٹم کی جانب سے سالانہ رپورٹ 2018 شعبہ HR کو جمع کروائی گئی۔
- نئی بلڈنگ میں دوسری منزل کی تکمیل پر شب و روز کام جاری ہے نئے تعلیمی سیشن پر 15 کمرہ جات اور دفاتر تیار ہو جائیں گے (انشاء اللہ)
- نئے تعلیمی سال کے لیے ڈائری پراسپکٹس، کاپیوں کی تیاری پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔
- سکول کی ویب سائٹ میں جدت لائی جارہی ہے اور جلد ہی والدین کو آن لائن معلومات دی جاسکیں گی۔
- سردیوں کی چھٹیوں کو کارآمد بنانے کے لیے طلباء کو مفید سرگرمیوں پر مشتمل گھر کا کام دیا گیا۔